حضرت امیر خسرو دہلوی

کی

بیٹی کے نام نصیحت

[illegible]

از

ڈاکٹر الف ایم شجاع منعمی

ایم۔ اے (علیگ)، بی۔ ایس سی آنرز، ایم۔ اے (پنجاب)
ایم۔ ایس سی، ایم ایچ۔ ایس۔ ایس (امریکہ) پی۔ ایچ۔ ڈی،
ایم۔ آر۔ ایس ایل (لنڈن)

کتب خانہ

حضرت امیر خسرو دہلوی

کی

بیٹی کے نام نصیحت

اس کا ترجمہ اور تشریح

مؤلفہ

ذکاء الملک خواجہ

ڈاکٹر فریدونِ زماں محمد شجاع منعمی

ایم۔ اے۔ علیگ (فارسی) ایم۔ اے پنجاب (عربی)۔
بی ایس سی آنرس (طبیعات وکیمیا)۔ ایم ایس سی۔ ایم ایچ ایس ایس (امریکہ)
پی ایچ ڈی۔ ایم آر ایس ایل (لنڈن)
مصنف راج کنور۔ دہلی۔ بی اے فیل۔ ایران۔ فوٹو گرافی۔ اسلام کے یورپ پر احسانات
اردو پرائمر وغیرہ وغیرہ۔
پروفیسر ایس ای کالج۔ وکیوریٹر صادق ریڈنگ لائبریری بہاولپور

(بلے اجازت نہ چھاپیں)

پبلشر۔ ڈاکٹر ایف۔ ایم۔ شجاع۔ بہاولپور

سنہ ۱۹۳۹ء

بار اول ۱۰۰۰

جملہ حقوق طبع، تالیف، خلاصہ وغیرہ

بحق مصنف محفوظ ہیں

عزیز المطابع بہاولپور

میں

باہتمام مولوی محمد امین منیجر چھپا اور ڈاکٹر ایف-ایم شجاع نے بہاولپور
سے شائع کیا

میں تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے یہ کتاب ۳۲ پونڈ کے
۲۰×۳۰ کاغذ پر چھاپی ہے

منیجر عزیز المطابع بہاولپور

ادارہ ادبیات اردو

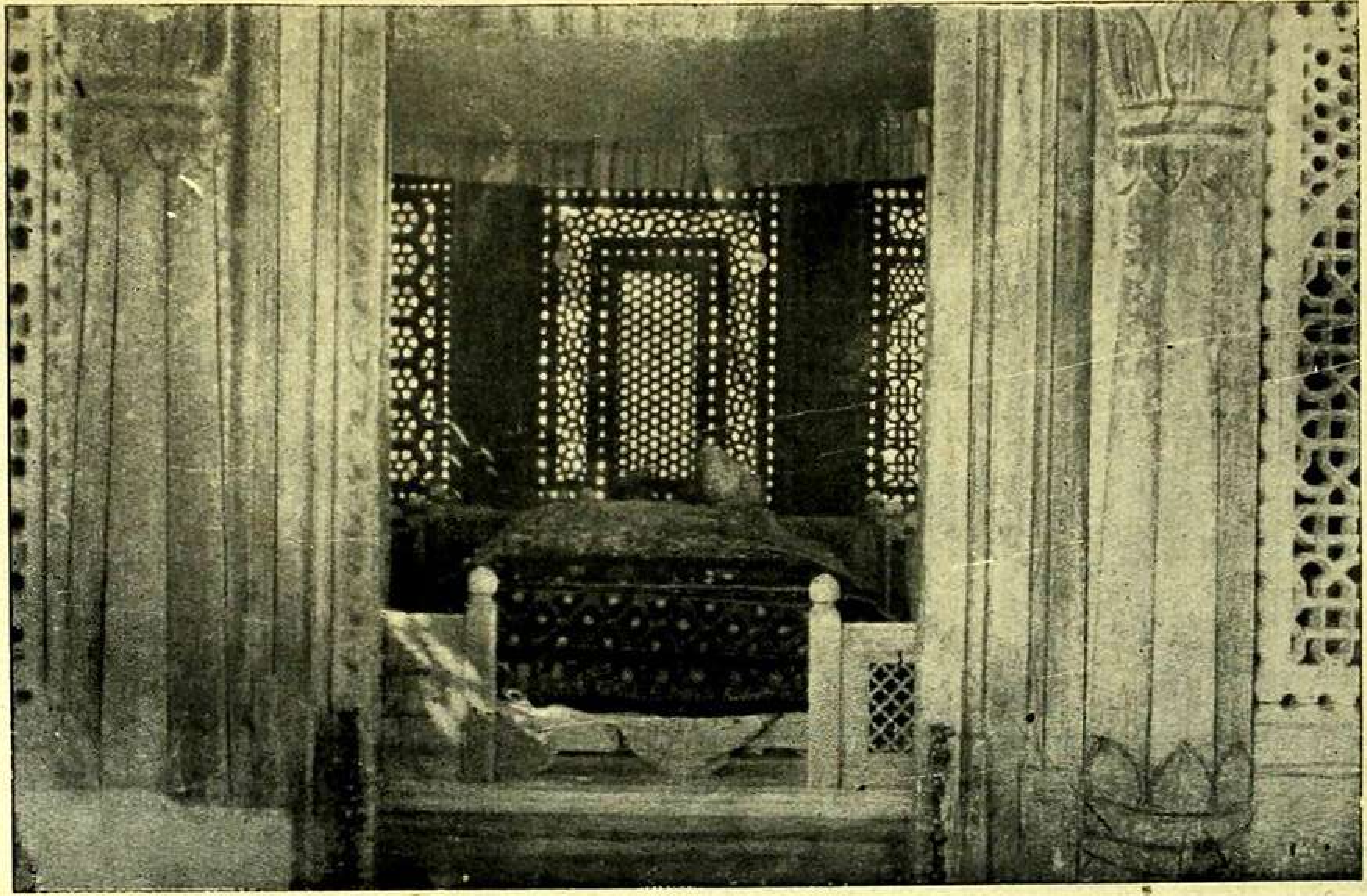

حضرت امیر خسرو کا مزار مبارک (اندر سے) – دہلی

اندراجات

صفحہ
نصیحت کی حاجت ۵
اندازِ آغاز ۱۰

بابِ اول

حضرت امیر خسرو دہلوی کی زندگی کے مختصر حالات ۱۱

باب دوم

بیٹی کے نام نصیحت - متن اور ترجمہ ۲۴

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
عصمت	۲۵	شوہر پرستی	۳۳
عبادت	۲۵	امانت داری	۳۴
پرہیزگاری	۲۶	کفایت شعاری	۳۴
تدبیر	۲۷	سخاوت	۳۵
سینا پرونا	۲۸	بیجا زیب و زینت	۳۸
ستر	۲۸	زینت کی اجازت	۳۹
عزت و وقار	۳۱	خدا کا خوف	۳۹
حفاظتِ نفس	۳۲	خاتمہ	۴۰
بیہودہ راگ رنگ	۳۲		

باب سوم

نصیحت کا فلسفہ صفحہ ۴۱

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
عصمت	۴۸	شوہر پرستی	۶۴
عبادت	۴۹	امانت داری	۶۶
پرہیزگاری	۵۰	کفایت شعاری	۶۸
تدبیر	۵۳	سخاوت	۶۹
سینا پرونا	۵۶	بے جا زیب و زینت	۷۰
ستر	۵۸	زینت کی اجازت	۷۲
عزت و وقار	۶۱	خدا کا خوف	۷۳
حفاظت نفس	۶۲		
بیہودہ راگ رنگ	۶۲		

تصاویر

مقابل صفحہ

۱۔ حضرت امیر خسرو دہلوی کا مزار مبارک (اندر سے) ۲
۲۔ حضرت امیر خسرو کا مزار (باہر سے) ۱۰
۳۔ حضرت امیر خسرو اور حضرت نظام الدین صاحب اولیا کے مزارات (ایکدوسرے کے نزدیک واقع ہیں) ۱۴

کتب خانہ

نصیحت کی حاجت

موجِ آب کی زندگی کا ثبوت اس کی حرکت ہے۔ بلکہ یہ درست تر ہے کہ اس کی زندگی کا انحصار حرکت پر ہے۔ سکوت و جمود جہاں وارد ہوا۔ اس کی ہستی گم ہوگئی۔ اور وہ نے جس سمندر کے سکوت میں فنا ہو کر اپنی زندگی کھو بیٹھی۔ حقیقت میں زندگی کا ثبوت حرکت سے ملتا ہے۔ حرکت سے مقصود صرف یہ نہیں کہ مادہ جسم اپنے محل کو وقت گزرنے کے ساتھ بدلتا رہے بلکہ یہ کہ جاندار شے اپنے حسنِ جذبات، خلقتِ تخیلات اور شورشِ خودی و بیخودی کے زیر اثر تنوع اور تبدیلی پر مجبور ہو۔ خیال یا عمل کا ایک مقام پر مقید نہ ہونے کا نام حرکت ہے۔

آبِ رواں فلک بوس پہاڑوں کی دلفریب وادیوں، جنت نشان دامنِ کوہسار کے سبزہ زاروں اور میدان کے گوہر افشاں کھیتوں میں سے نیچے کو بہتا چلا جاتا ہے۔ کبھی پُرشور نالہ ہے۔ کبھی گرداب سے معمور ندی۔ کبھی جلیل القدر دریا کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ مگر بہتا ہے۔ اور نیچے کو بہتا ہے۔

نرم بلکہ نرمک خرام ہوا کے جھونکے کبھی معطر نسیمِ سحری کی صورت میں دماغ کے لئے فرحت کا پیغام لاتے ہیں۔ اور کبھی ساون کی بھیگی ہوئی ہوائیں باغ و راغ کو کامیاب مستقبل کا سندیس سناتی ہیں۔ مشرق کی صد رنگ شفق میں نہائی ہوئی بچپن کی شوخیوں سے معمور کرنیں کبھی محوِ خواب مست کے ساتھ بیداری کی سرگوشیاں کرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور کبھی جنگل اور بستی پر خشک ہڈیوں کے جگر کو سکھا دینے والی تابستان کی دھوپ بن کر یوں چمکتی ہیں۔ کہ روزِ محشر کی تمازت بھی اس سے شرما جائے۔ یہ سب زندگی ہے۔ جو حرکت کا روپ دھار کر ازل کے مقام سے ابد کی منزل کی طرف جا رہی ہے۔

مگر اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ آبِ رواں ڈھلوان کی طرف بہتا چلا جاتا ہے۔ ہوا، ویرانوں اور بستیوں پر اپنی مستیوں میں آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ آفتاب کا نور کرۂ خاکی کے ساکنین پر اپنی کرنوں کی بارش کرتا رہتا ہے۔ یہ سب مسلسل اور جاری ہے۔ اس کے ساتھ،

این کہنہ رباط را کہ عالم نام است   آرام گہِ ابلقِ صبح و شام است
بزم الیست کہ واماندۂ صد جمشید است   قصر الیست کہ تکیہ گہِ صد بہرام است

عمر خیام

ہزاروں خوشنما پھول گلستان میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور اپنی بھینی بھینی خوشبو سے عالم کو پاکیزہ تر بنانے کے بعد رخصت ہو جاتے ہیں۔ لاکھوں عظیم الشان درخت پہاڑوں کی بلندیوں پر آسمان سے باتیں کرنے کے لئے آتے ہیں اور اپنی زندگی کی بہار دیکھنے کے بعد اسی خاک میں جہاں ننھے سے بیج نے پرورش

پائی تھی، پھر پیوندِ خاک ہو جاتے ہیں۔ کروڑوں انسان اپنے معنوی حسن سے اس حسین عالم کو حسین تر بنانے اور اپنی باطنی خوبیوں سے باغِ جہاں میں کا بیج بونے کے لئے آتے ہیں۔ اپنا پیغام سناتے ہیں اور رخصت ہو جاتے ہیں بظاہر تو ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند سو جاتے ہیں۔ مگر حقیقت میں شہرتِ دوام نور میں کھو جاتے ہیں۔

۲۰۰۱

ان پھولوں کی جگہ اور دلفریب کلیاں مسکراتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ ان درختوں کے مقام پر اور گھنے جنگل منصۂ شہود پر آجاتے ہیں۔ ان انسانوں کی بجائے اور دل و دماغ معرضِ وجود میں آجاتے ہیں۔ بزم دائم ہے۔ اور گرمیٔ محفل قائم دنیا مستقبل کی منزلیں طے کرنے کے لئے آگے کو چلی جا رہی ہے۔ مگر پھر بھی ساکن معلوم ہوتی ہے۔ بزم کے اجزا بدلتے رہتے ہیں، مگر ہنگامۂ بزم میں کمی نہیں آتی۔ اس کی نغمہ نوازیاں اور عشوہ طرازیاں متحرک ہیں اور پھر بھی قائم ہیں۔ آپ نے تیز رو دریا کے منجدھار میں گہرے بھنور کو دیکھا ہو گا۔ قائم اور ساکن معلوم دیتا ہے۔ مگر اس کی زندگی پانی کی حرکت پر منحصر ہے۔ بس یہی زندگی ہے

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ جاوداں پیہم دواں ہر دم جواں ہے زندگی
قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانندِ حباب اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

اقبال

یہ دنیا مہا گرو بہروپیا ہے۔ رنگ رنگ کے سوانگ رچاتی ہے۔ اپنی حرکت کا عملی ثبوت دینے میں سرتاپا محوِ عمل نظر آتی ہے۔ مگر اس کے اندر جوہر

قائم و دائم رہتا ہے۔ یعنی خود زندگی اپنے پیکر بدلتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ زندگی وہی ہے، قالب مختلف۔ زندگی کی صفات بھی اس کے ساتھ اسی طرح سے ہمیشہ کے لیے وابستہ ہیں جس طرح سے یہ خود قائم ہے۔ ان کو ہم زندگی کے حقائق کہتے ہیں۔ محبت کا صلہ محبت۔ عدو سے دلی مخاصمت عداوت کا سرچشمہ یہ زندگی کے ساتھ قائم رہتے ہیں۔ ان کے ایک شعبے کو مناسب الفاظ اور صحیح طریقے پر پیش کرنے کا نام نصیحت ہے۔ پیرایۂ بیان ایسا ہو کہ سننے والے پر مفید مطلب اثر پیدا کریں اور وہ انہیں اپنی زندگی کے لائحۂ عمل میں شامل کرے۔

ذہین دماغ اپنی نظر کی غربال میں انسانوں کے خصائل کو چھانتا رہتا ہے اور ان کو مرتب کرنے کے بعد قبول صورت جامہ پہنا دیتا ہے۔ حضرت امیر خسرو نے بھی اسی طرح کے حقائق کو جمع کرنے کے بعد اپنے عہد کے ماحول کے اثرات کے ماتحت، اس فضا کے طریق اظہار کے مطابق انہیں زیبِ قرطاس کیا۔ نصیحت کا بیج کڑوا ہے۔ مگر اس کا پھل میٹھا۔ حضرت امیر نے اپنی زبان کی شیرینی سے اس کڑواہٹ پر قابو پایا اور الفاظ کی مٹھاس ابتدا سے انتہا تک برابر کر دی

ہر عہد میں ہم بدلتے رہتے ہیں۔ طریقِ کار، ذرائع عمل، وسائلِ تکمیل، سب میں تبدیلی ہوتی ہے۔ مگر فلسفۂ نصیحت اور جوہرِ سخن وہی رہتا ہے۔ حضرت امیر خسرو کے زمانے میں نہ یہ ہوائی جہاز تھے نہ ریڈیو۔ نہ بنک، نہ ڈاک خانہ۔ نہ ریل گاڑی، اور نہ ہماری موجودہ رہائش جو ان تمام

مادی ترقیوں پر مبنی ہے۔ اگر وہ یہ کہنا چاہتے کہ اصراف بیجا نہ کرو۔ اور روپیہ ضرورت کے لئے جمع کرو۔ تو یہی کہتے کہ روپے کی گرہ مضبوط باندھ کر رکھو۔ چونکہ گھر میں بحفاظت رکھنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ مگر آج ہم کہیں گے۔ بنک میں جمع کراؤ۔ کاروبار میں لگاؤ۔ زندگی کا بیمہ کراؤ۔ غرض سو طریقے ہیں۔ کیفیت ایک ہے۔ مگر اس کا حصول مختلف طریقوں سے ہے۔ یہ زمانے کی رفتار کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ حضرتِ امیر کی نصیحتوں کے جوہر کو آپ دیکھئے اور پھر ان کو موجودہ عہد کے ماحول میں بسا لیجئے۔ جوہر قائم رہے، طریق کار بدل جائے۔

اس کتاب میں تین تصاویر درج ہیں۔ ان کیلئے میں اپنے قدیم دوست محمد زمان خانصاحب بی۔ اے جہلمی ثم دہلوی کا مشکور ہوں۔ انہوں نے میرے کہنے کے مطابق یہ فوٹو لئے اور نیگیٹو ہمیشہ کے لئے تحفتاً مجھے دے دیں۔ ان کی فنی قابلیت اور بڑھیا آلات کے سبب یہ نتائج پیدا کرنا ممکن ہوسکا تصاویر سے یہ فائدہ ہے کہ بیان کہانی نہیں بلکہ حقیقت معلوم ہوتا ہے۔

تجسس میں گرمی اور منطق میں موشگافی پیدا کرنے کیلئے ان اوراق کی تحریر کے دوران میں، اپنے فاضل دوست مولوی حاجی احمد صاحب پروفیسر ایس۔ ای کالج بہاولپور سے میں نے بعض مقامات پر بحث کی اس مشاورت کا منعمی مشکور۔

محمد منعمی

۲ مئی ۱۹۳۹ء

اندازِ آغاز

وہ جس نے نصیحت کو سنا مگر اس پر عمل نہ کیا۔ اس خاک کی طرح ہے جس میں بیج تو بویا گیا۔ مگر کچھ پیدا نہ ہُوا۔ ابرِ بہار بھی اُسی طرح سے ہنس ہنس کر اپنے موتی نچھاور کرتا رہا۔ سنہری کرنیں بھی خوش ہو ہو کر اس خاک کے ذرات پر نثار ہوتی رہیں۔ مگر ایک سبز پتا وجود میں نہ آیا۔ زرخیز خطۂ خاک اور بنجر صحرا کے اصل میں فرق ہے۔ نہ اس سے بیج کی صفات پر حرف گیری کی جا سکتی ہے نہ بارش اور دھوپ کی خوبیوں کو جھٹلایا جا سکتا ہے۔ اپنے مزاج کی زمین میں زرخیز بننے کی صلاحیت پیدا کرو۔

مبارک ہے وہ دل جو پڑھتا ہے، سوچتا ہے اور پھر اس پہ عمل کرتا ہے

داخلی
دروازہ
☞

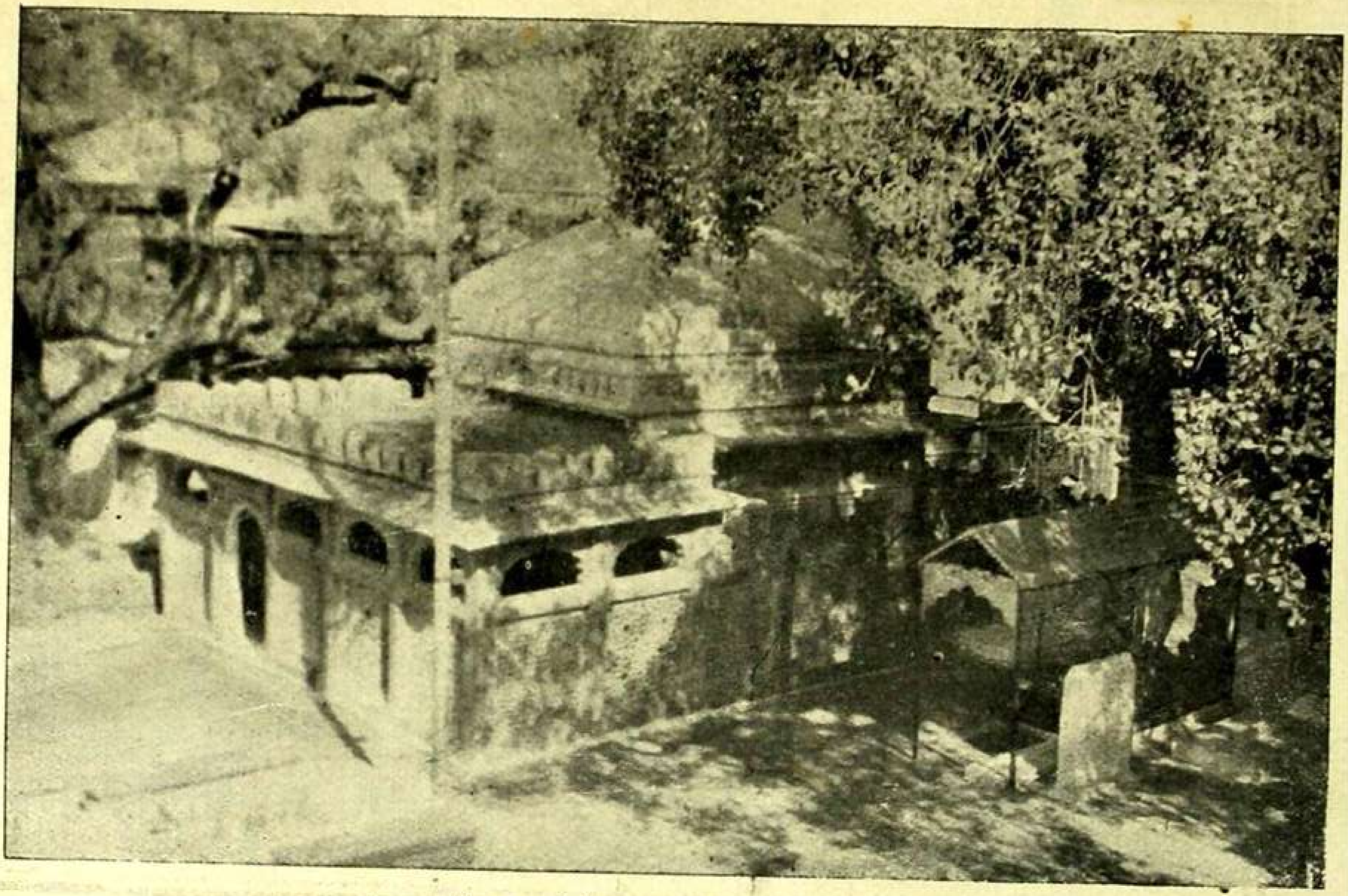

حضرت امیر خسرو کا مزار (باہر سے) - دہلی

ادارۂ ادبیات اردو

باب اوّل

حضرت امیر خسرو دہلوی
کی زندگی کے مختصر حالات

اگرچہ ہماری غرض یہاں اس نصیحت کا پیش کرنا ہے ، جو حضرت امیر خسرو دہلوی نے اپنی بیٹی کے نام لکھی ہے ۔ مگر الفاظِ نصیحت سننے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ خسرو تھے کون ؟ یعنی یہ الفاظ ایک معمولی آدمی کی زبان سے نہیں نکلے ۔ بلکہ ایک جلیل القدر صاحبِ کمال متقی اور باعلم ہستی کے افکار کے نتائج ہیں ۔ مقرر جتنا بڑا ہوتا ہے ۔ تقریر اتنی ہی دل نشین ہوتی ہے ۔ چونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس نصیحت کو آپ گوشِ دل سے سنیں ۔ اس

لئے ضروری ہے کہ دھیان دھرنے سے پہلے امیر خسرو کی عظمت کا صحیح اندازہ کرلیں۔

اس خیال سے کہ آپ بہت جلد دربار خسروی میں پہنچ جائیں اور یہ تمہیدی رسوم آپ کے فخرِ ملاقات حاصل کرنے میں زحمت کا سبب نہ ہوں۔ میں اس تمہید کو مختصر، نہایت ہی مختصر بیان کرونگا۔

حضرت امیر خسرو دہلوی کی ذاتِ ہزار صفات سے اگر کوئی فرد ہندوستان میں رہتے ہوئے بھی ناآشنا ہے۔ تو وہ کسی طرح سے صاحبِ ذوق کہلانے کا مستحق نہیں۔ جامع کمالات حضرت خسرو رحمتہ اللہ علیہ کے ظاہری و باطنی کمالات پر ہندوستان کو بجا طور پر فخر ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک ذات میں کئی ہستیاں جمع تھیں اور ایک دماغ کئی دماغوں کا مجموعہ تھا۔ بظاہر یہ اسقدر حیرت انگیز معلوم دیتا ہے کہ انسان اس قلیل زندگی میں اتنے کام کیونکر کرسکتا ہے۔ اور صرف ایک شخص کیسے بے شمار صفات کا مالک بن سکتا ہے۔ ؟؟

حضرت امیر خسرو بمقام پٹیالی عرف مومن پور ضلع ایٹہ کمشنری آگرہ ۶۵۲ سنہ ھ (مطابق ۱۲۵۴ عیسوی) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سیف الدین ترکمانوں کے قبیلہ لاچین کے سرداروں میں سے ایک بزرگ تھے۔ اور ماوراالنہر سے ہندوستان آئے تھے۔ ہندوستان میں آکر اپنی ذہانت اور محنت کے سبب بہت بڑے سرکاری عہدے پر

مامور ہوئے۔ ان کی والدہ عماد الملک کی بیٹی تھیں جو بادشاہِ ہندوستان، بلبن کے وزیر تھے اور دس ہزار فوج ان کے زیرِ کمان رہتی تھی۔

جب امیر خسرو کی عمر سات سال کی تھی تو ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ کی تعلیم و تربیت ان کے نانا نے اپنے ذمہ لے لی۔ بیس سال کی عمر میں انہوں نے تمام دینی اور دنیوی علوم حاصل کر لیے۔ اس کے بعد مختلف امیروں اور درباروں سے تعلق رہا۔ حضرت کی حیات میں دہلی کے تخت پر کئی بادشاہوں نے قدم رکھے۔ اور زمانے نے کئی روپ بدلے۔ مگر آپ کو ہر زمانہ میں عزت و احترام نصیب ہوا۔

محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء سے امیر خسرو کو بہت عقیدت تھی۔ وہ مرشدِ طریقت تھے اور یہ مرید باصفا۔ یہ تعلق تمام عمر رہا۔ اس کا اظہار امیر خسرو کے کلام سے اکثر ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب آپ کو "ترک اللہ" کہا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ "جب قیامت میں سوال ہوگا۔ کہ نظام الدین کیا لایا ہے۔ تو میں خسرو کو پیش کر دونگا۔"

حضرت خواجہ نظام الدین نے جب اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کو انتقال کیا۔ تو امیر خسرو بنگال میں تھے۔ خبر سنتے ہی سیدھے دہلی پہنچے۔ تمام مال اسباب خدا کی راہ میں دے دیا اور خود ماتمی لباس پہن کر مرشد کی قبر پر بیٹھ گئے۔ دنیا سے قطع تعلق کر دیا اور وہیں کے ہو رہے۔

اس مفارقت کو بہت عرصہ برداشت نہ کر سکے۔ صرف چھ مہینے کے بعد ۷۲۵ ہجری میں وصال ہوا۔ حضرت خواجہ محبوب الٰہی کی وصیت تھی کہ امیر خسرو

کو میرے پہلو میں دفن کرنا۔ مگر خواجہ صاحب کی پائنتی میں کچھ فاصلے پر دفن کیے گئے امیر خسرو کا مزار دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین کی درگاہِ مبارک میں ہے اور خواجہ صاحب کے مزار کے جنوب کی طرف واقع ہے۔ اوپر ایک گنبد بنا ہوا ہے

جتنے لوگ اس درگاہِ مبارک پر سرِ نیاز خم کرنے آتے ہیں۔ ان کے لئے حکم ہے کہ پہلے امیر خسرو کے مزار پر فاتحہ پڑھیں اس کے بعد حضرت محبوب الٰہی کے مزار کی زیارت کریں۔ ہر سال دو عرس ہوتے ہیں ایک پیر کا یعنی خواجہ صاحب کا۔ دوسرا مرید کا یعنی حضرت امیر خسرو کا۔

اس وقت ہمیں دوسری باتوں سے غرض نہیں۔ صرف حضرت امیر خسرو کے کمالات کو مختصر طور پر ظاہر کرنا ہے۔ حضرت امیر خسرو کے نام کے ساتھ جو لفظ امیر لگا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں اعلیٰ سرکاری عہدہ داروں کو اس لقب سے پکارا جاتا تھا۔ جس طرح آج کابل میں عوام بڑے افسروں کو "سردار" کہتے ہیں۔ گویا امیر خسرو کی ساری عمر شاہی ملازمت میں گذری حیثیت گو بدلتی رہی مگر عموماً آپ دربار میں ملازم خاص رہے اور وہاں بہت اہم فرائض مثلاً شاہی فرامین کے انشاد اور احکام کے اجرا وغیرہ کا کام سرانجام دیتے رہے۔ گویا سارا دن اسی ملازمت میں صرف ہوتا تھا۔ خسرو خود کہتے ہیں۔

شب تا سحر، و ز صبح تا شام   در گوشۂ غم نگیرم آرام
باشم ز برائے نفسِ خود رائے   پیشِ چو خودے ستادہ برپائے

خسرو صرف صاحبِ قلم ہی نہ تھے بلکہ صاحبِ سیف بھی تھے۔ کئی مہمات میں شامل ہوئے۔ اور ان کو خوبی سے سرانجام دیا۔ آپ اس زمانے

مقابل صفحہ 14

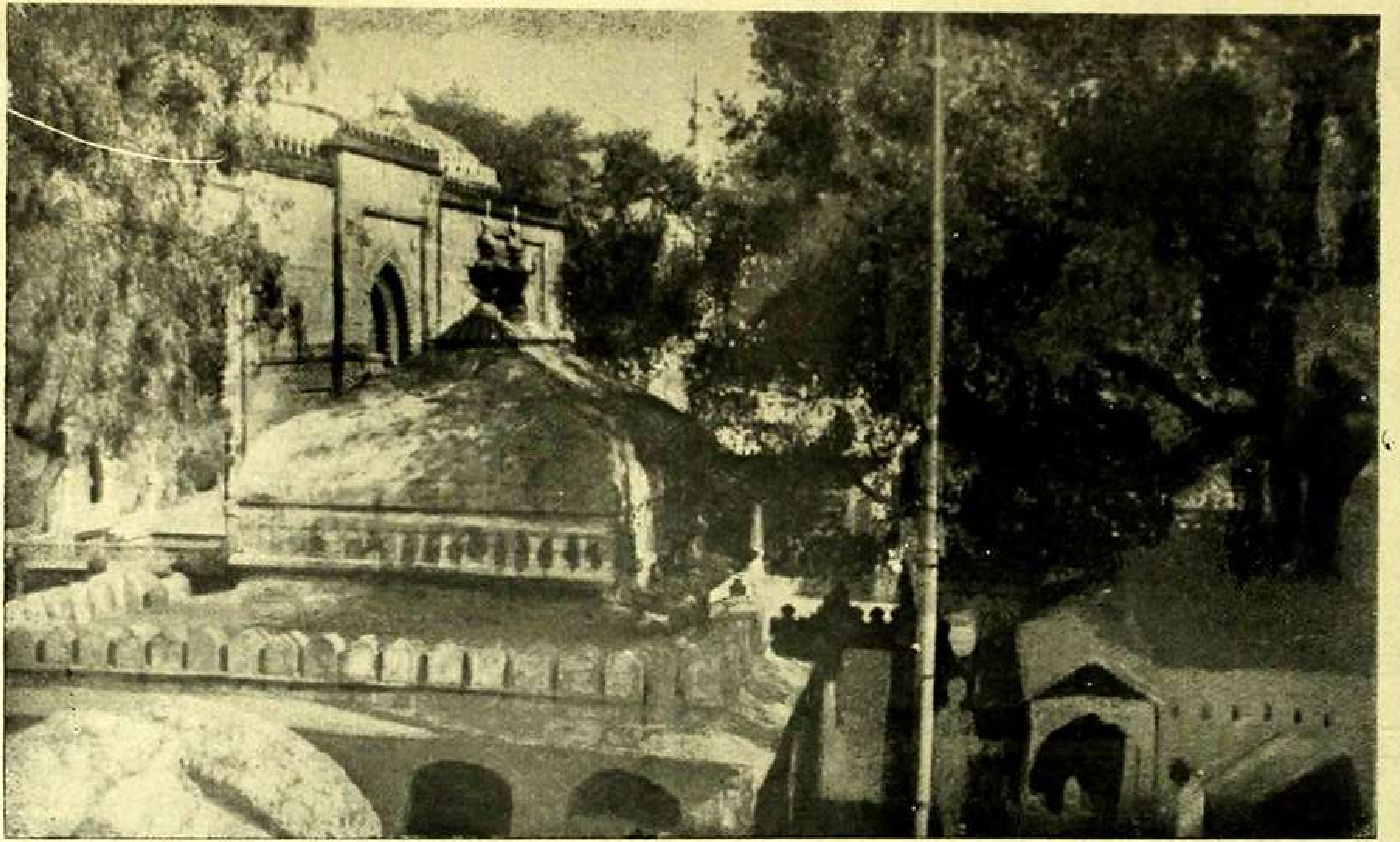

تصویر کے مرکز
میں حضرت
اولیا کے مزار
کا صرف گنبد
نظر آتا ہے

فیروز شاہی
مسجد

گنبد مزار
حضرت
امیر خسرو

حضرت امیر خسرو اور حضرت نظام الدین صاحب اولیا کے مزارات ایک دوسرے کے قریب واقع ہیں-دہلی

کے فنونِ حرب سے پورے طور پر باخبر تھے۔

خسرو عمیق فکر کے مالک تھے جس سے دقیق مسائل کے عیوب و محاسن میں تفریق ممکن ہے۔ خسرو کی فطری ذہانت اور نکتہ رس دماغ معاملات کی تہ کو فوراً پہنچ جاتا تھا۔ ہندوستان کے طول و عرض میں آپ کی قابلیت اظہر من الشمس تھی۔ آپ بھارت ورش کے مہا ودوان اور گنوان پنڈت مشہور تھے۔ دنیا کے لوگ اپنی اپنی الجھی ہوئی گتھیاں سلجھانے کیلئے آپ کی خدمت میں آتے تھے اور حضرت صلاح و مشورہ سے ان کی اصلاح کرتے اور مصیبت زدوں کا بیڑا منجدھار سے نکال دیتے تھے۔ مختصر یہ کہ آپ مرجع خلائق تھے۔ خلقِ خدا کے کام روا کرنے میں توجہ اور وقت دینا ضروری ہوا۔

خسرو کا معنوی اور ظاہری تعلق اولیا اللہ سے روز روشن کی طرح آئینہ ہے۔ صفائی قلب خسرو کا نصب العین رہی۔ ایسا پیر اور ایسا مرید۔ سبحان اللہ خسرو نے تصوف اور سلوک کے کئی مراحل طے کئے۔ اس کے لئے استغراق اور توجہ کی ضرورت ہے۔

باطن کی صفائی کے لئے مذہب کی صحیح معنوں میں پیروی کرنا اشد ضروری ہے خسرو ہمیشہ رات کو تہجد پڑھا کرتے۔ اور اس کے بعد روزانہ آٹھ پاروں کی تلاوت کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ تمام سال روزے رکھتے تھے۔ یعنی رمضان کے علاوہ بھی ہمیشہ روزہ ہوتا تھا۔ چالیس سال تک برابر یہی عمل جاری رہا۔ کس قدر قوتِ ارادی ہے۔ اور اپنے نفس امارہ پر کتنا قابو ہے۔ ؟؟

امیر خسرو اپنے زمانے کے بہت بڑے ماہر موسیقی تھے۔ اور عوام نے

اس بات کو تسلیم کیا تھا کہ اگر وہ ہندوستان کے سب سے بڑے نہیں۔ تو دو تین بڑے گویوں میں سے ایک ہیں۔ خدا نے آواز میں سوز اور کلام میں رس عطا کیا تھا ان کو قلب کی صفائی نے جلا دی تھی اور محنت اور محبت نے صیقل کیا تھا۔ وہ حقیقت کی راگ ودیا کے ودوان تھے۔ ان کے روحانی نغمے عشق و محبت کی آگ سے لبریز ہیں۔ ان کی پریم جوت سے دھرتی اور اکاش جگمگ جگمگ کرنے لگتے ہیں۔ ان کے کلام سے پریم رس کی ندیاں جنم لیتی ہیں جن سے ویرانے بستیاں اور دشت باغ بن جاتے ہیں۔

حضرت امیر خسرو کا ہندوستان کے راگ پر بہت بڑا احسان ہے آپ ستار کے موجد ہیں جو آج ہندوستان کا ہر دلعزیز دل پسند آلۂ موسیقی ہے۔ قدیم زمانے میں لوگ "بین" بجاتے تھے اس کو وین یا وینا بھی کہتے ہیں۔ یہ ستار سے ملتا جلتا بہت بڑا ساز ہے۔ اور اس کا سیکھنا بہت مشکل ہے اس میں کمال حاصل کرنے کے لئے ایک عمر کا عرصہ درکار ہے۔ وین بجانے کیلئے ہاتھ کی چاروں انگلیوں میں مضراب پہنتے ہیں۔ آواز بہت بلند اور دل کش ہوتی ہے۔ شرتیاں شدھ اور پوتر نکلتی ہیں۔

یہ حضرت خسرو کا کمال ہے کہ وین کو مختصر کر کے ایک نیا آلۂ موسیقی مرتب کیا اور اس کا نام ستار رکھا۔ آج یہ خاص و عام میں مستعمل ہے۔ گوپال نائک سے بھی جو وقت کا استاد تھا خسرو کا معرکہ ہوا۔ "نائک" جگت استاد" کو کہتے ہیں یعنی ہندوستان بھر کا ماہر ترین گویا۔ امیر خسرو کو بھی نائک کا خطاب مجمع عوام نے دیا تھا۔ یعنی امیر خسرو نائک تھے۔ اس کے بعد یہ خطاب کسی کو

ہندوستان بھر میں نصیب نہ ہوا۔ کئی راگنیاں مثلاً زیلف۔ عشاق وغیرہ جو آج بھی ہندوستان میں رائج ہیں امیر خسرو کی ایجاد کی ہوئی ہیں۔

اب اگر ہم خسرو کے علمی کمالات کی طرف رجوع کریں تو حضرتِ امیر علوم کا گنجینہ معلوم ہوتے ہیں۔ مفصل کیا مجمل بحث کی بھی یہاں گنجائش نہیں۔

خسرو چار زبانوں میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ عربی اور سنسکرت میں کمال حاصل تھا۔ یہ دونوں زبانیں وسیع بھی ہیں مشکل بھی۔ اپنے اپنے خاندان کی کئی زبانیں ان سے نکلتی ہیں۔ امیر خسرو کے والد ترک تھے۔ اور ہندوستان میں نووارد۔ اس لئے ترکی ان کی مادری زبان تھی اور تازہ بھی تھی۔ فارسی جو اس وقت ہندوستان کی شاہی زبان تھی اس میں ان کی کئی تصانیف ہیں بھاشا جو وقت کی مروّج زبان تھی۔ اس میں بھی حضرت کا بہت سا کلام موجود ہے۔ اگر بھاشا کو شامل کر لیا جائے تو پانچ زبانیں ہو جاتی ہیں جن کی تعلیم کو حضرت نے تکمیل تک پہنچا دیا تھا۔

عربی میں امیر کو اتنی ہی دسترس تھی جتنی کہ اس وقت کے کسی عالم کو حاصل ہو سکتی تھی۔ اس کے ساتھ سنسکرت کے پورے وِدوان تھے۔ شاستروں پر عبور تھا۔ اسی سبب سے وہ بھاشا کے متبحر عالم تھے۔ خسرو کے قلم سے نکلے ہوئے بھاشا کے بہت سے دوہے اور کبت اب بھی پڑھے جاتے ہیں۔ کچھ پنجاب یونیورسٹی کے بھاشا کے انٹرمیڈیٹ کورس میں شامل ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ان کا بھاشا کا کلام اتنا ہی ضخیم ہے جتنا فارسی کا ہے۔

فارسی زبان کی قابلیت کا یہ عالم ہے کہ اگرچہ امیر ہندی نژاد تھے۔ مگر

مگر ایران میں کئی ہمعصروں نے اور بعد کے شعراء نے خسرو کے کلام سے استفادہ کرنے کا اعتراف کیا ہے۔ وہ معترف ہیں کہ کلامِ خسرو ان کے لیئے شمعِ ہدایت ثابت ہوا۔ اس کے پڑھنے سے ان کی روح میں ترنم اور سینے میں ہیجان پیدا ہوا۔ جس کے سبب ان کی مملکتِ شاعری میں ایک نیا باب کھل گیا۔ اور ہندوستان کے فارسی گو شعراء میں تو خسرو سب سے بڑے شاعر ہیں۔

خسرو بہت بڑے مورخ تھے۔ تاریخ دانی کے لحاظ سے ان کا درجہ بہت بلند ہے۔ مدلّل طرزِ تحریر، درباری معاملات سے پوری واقفیت اور نکتہ رس طبیعت ایسے جوہر ہیں جنہوں نے خسرو کو اپنے ہمعصر تاریخ نویسوں میں ممتاز بنا دیا ہے۔

اب فارسی زبان کی تالیفات کو لیں تو نثر اور نظم دونوں میں خسرو بادشاہ نظر آتے ہیں۔ خسرو سب سے پہلے مصنف ہیں جنہوں نے ”اعجازِ خسروی“ لکھی۔ جو نثر نویسی کے اصولوں پر ایک کتاب ہے۔ خزائن الفتوح سلطان علاؤ الدین کی فتوحات کی تاریخ ہے۔ اور کتاب مناقبِ ہند دہلی کی تاریخ سے متعلق ہے۔

نظم میں اس قدر تصانیف ہیں کہ ان کو شمار کرنے کے لیۓ بھی وقت چاہیئے۔ اشعار کی تعداد چار اور پانچ لاکھ کے درمیان ہے۔ خسرو ہر میدان میں نظر آتے ہیں۔ مثنوی۔ غزل۔ قصیدہ وغیرہ اور ہر جگہ بادشاہ ہیں۔

اس کے علاوہ کئی چیستان، پہیلیاں، واحد باری، خالق باری۔ اور کئی قسموں کی صنعتیں امیر خسرو کے قلم کی ممنون احسان ہیں۔ امیر خسرو کی کل

تصانیف کی تعداد ۹۲ بتائی جاتی ہے۔ خسرو کو فطرت نے ایسا ہمہ گیر دماغ ودیعت کیا تھا کہ جس میدان میں قدم رکھتے ہیں وہاں پیشوا اور سرکردہ نظر آتے ہیں۔ ہر جگہ ممتاز ہیں۔

اب ذرا منظومات پر نگاہ کریں تو ان کو تین حصوں پر منقسم کیا جا سکتا ہے

۱۔ **مختلف منظومات** :۔ مثلاً پہیلیاں۔ رباعیات پیشہ وران۔ واحد باری خالق باری وغیرہ۔

۲۔ **غزلیات کے پانچ دیوان** ۔ ان میں سے ہر ایک دیوان میں وہ کلام درج ہے جو حضرت نے عمر کے ایک خاص حصے میں لکھا۔ غزلیات کے علاوہ بعض میں قصائد بھی ہیں

(۱) دیوان تحفۃ الصغر۔ سب سے پہلا دیوان ہمیں ۱۶ سال کی عمر سے ۱۹ سال تک کا کلام درج ہے۔

(۲) دیوان وسط الحیات۔ ۲۰ سال سے لیکر ۳۴ سال تک کی عمر کا کلام

(۳) غرۃ الکمال۔ امیر کی عمر ۶۸۵ھ میں ۳۴ برس تھی۔ یہ ۶۸۵ھ سے لے کر ۶۹۵ھ تک کے کلام کا مجموعہ ہے۔

(۴) بقیہ نقیہ۔ بڑھاپے کا کلام۔ جو ۷۱۵ھ تک کا ہے

(۵) نہایۃ الکمال۔ آخری دیوان۔ ۷۲۵ھ تک کا یعنی جب حضرت کی وفات ہوئی۔

۳۔ **مثنویاں**۔

(الف) تاریخی مثنویاں :۔ (۱) قران السعدین (۲) مفتاح الفتوح۔

(۳) دیول رانی خضر خان (۴) نُہ سپہر (۵) تغلق نامہ

(ب) عشقیہ مثنویاں :- (۱) مطلع الانوار (۲) شیریں خسرو

(۳) آئینہ سکندری (۴) مجنوں لیلےٰ

۵۔ ہشت بہشت :-

یہی آخری عشقیہ مثنوی ہشت بہشت ہے۔ جس میں "خطاب بدختر" یعنی بیٹی کے نام نصیحت درج ہے، جو کہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ ہشت بہشت خسرو کی آخری مثنوی ہے اور پچاس برس کی عمر کے بعد تصنیف کی گئی تھی۔ مثنوی نویسوں کا قاعدہ ہے کہ مثنوی کا اصل مضمون شروع کرنے سے پہلے بطور دیباچہ کچھ ضرور لکھا کرتے ہیں۔ مثلاً حمد، نعت، خطاب بہ سلطانِ وقت و پیرِ طریقت وغیرہ۔ ان سب کو باری باری ابتدا میں یعنی مثنوی کے اصل قصہ کو شروع کرنے سے پہلے منظوم کیا جاتا ہے۔ ان میں ایک نصیحت کا باب بھی ہوتا ہے۔

جو باتیں کہ بادشاہ امراء اور عوام کو صاف صاف نہیں کہی جا سکتیں کیونکہ نصیحت اور سچائی ہمیشہ کڑوی ہوتی ہے۔ اس کے لئے یہ نیا طریقہ نکالا تھا کہ نظم میں سب کچھ کہہ جاتے تھے اور یہ نصیحت سب کے کانوں تک پہنچ جاتی تھی۔ بلکہ آئندہ نسلوں کے لئے بھی کام آتی تھی۔ اسی طرح سے "خطاب بہ فرزند" کے نام سے وطن کے نوجوانوں کو نصیحت کرتے تھے۔ ظاہر تو یہ کیا جاتا تھا یعنی مثنوی میں تو یہ لکھتے تھے کہ اپنے کم عمر بیٹے سے خطاب ہے کہ تمہیں کیا کرنا چاہیئے اور کیا نہ کرنا چاہیئے۔ لیکن غرض یہ ہوتی تھی کہ وطن کے نوخیز

دماغوں کے سامنے ایک لائحہ عمل پیش کیا جائے۔ یا یوں سمجھ لو کہ وہ خاکِ پابوف کے بچوں کو اپنی اولادِ معنوی ہی سمجھتے تھے۔

خسرو کی ہمہ گیر طبیعت نے اس میں بھی جدت پیدا کی اور بیٹے کی بجائے بیٹی سے خطاب کیا۔ بات گو بہت دقیق اور مشکل تھی مگر دربار خسروی کی افواجِ اشعار نے کونسی مملکتِ نظم و نصیحت ہے جو فتح نہ کرلی ہو۔ معاملہ جس قدر اہم تھا اسی قدر معنی خیز بھی تھا۔ بیٹی کو کچھ کہتے ہوئے آدمی شرماتا ہے۔ اسی سبب سے یہ فرض کرلیا ہے کہ بچی ابھی بہت چھوٹی ہے۔ نصیحت اس طرح سے کی ہے۔ کہ جب بڑی ہو جائے تو اُسے کیا کرنا چاہیئے۔ اور زندگی کس طرح سے کاٹنی چاہیئے غرض ایک ہی ہے کہ جوان شدہ لڑکیاں پڑھیں اور اس سے استفادہ کریں۔ آخر ایک کم سن بچی اس کو کیا سمجھ سکتی ہے۔ یہ تو ایک طریقِ گفتگو ہے۔

اب ذرا آپ ہی انصاف فرمائیے کہ ان کمالات کے ساتھ کیا خسرو نادرِ روزگار بدیع الزمان، اور دنیائے فضل و کمال کے روشن آفتاب نہیں معلوم ہوتے، حیرت ہوتی ہے کہ اتنے کمالات کا مجموعہ اور ایک انسان۔ مختلف مضامین اور زبانوں میں اتنی کتابوں کا مصنف اور ایک فردِ واحد ؟ ؟ سچ یہ ہے کہ ہندوستان نے گذشتہ چھ سو سال کے عرصہ میں شاید ہی اور کوئی ایسا صاحبِ کمال پیدا کیا ہو۔ میں یہ بھی آپ کو صاف کہدوں کہ خسرو ہندوستان کے سب سے بڑے فارسی گو شاعر ہیں۔ بلاشبہ خسرو کی قلمروِ سخن کا سکہ سب پر جما ہوا ہے۔ اگر آپکو خسروِ سخن کے لقب سے ملقب کیا جائے تو بے محل نہ ہوگا۔ فارسی زبان کا خسرو سے بڑا شاعر ہندوستان میں آج تک پیدا نہیں ہوا۔ اور اب

کیا ہوگا۔ وہ چمن نہ رہا۔ وہ باغبان بہارِ بوستان کے ساتھ قضا کی نذر ہوگیا۔ اس گلستان کی خاک کا ذرہ ذرہ بادِ خزاں سے پریشان ہو کر بکھر گیا اور پھر اسی مٹی سے زمانے کے تصادم نے نئے رنگ میں کوہ و دشت بنا دیے۔ اب کس بنا پر امید کا قصر تیار کریں اور کس خیال میں ہوائی قلعے بناتے رہیں

اے مصحفی کیا روؤں میں اگلی محفلوں کو بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں
مصحفی

اور پھر

رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے۔
غالب

ایسے گوہرِ گراں مایہ کی ذات پر ہندوستان کو بجا فخر ہے۔ کرۂ خاکی اس بات پر نازاں ہے کہ آخر خسرو جیسا ایک انسانِ کامل تو اس کے عناصر سے مرتب ہو کر منبرِ علم و حکمت کو زینت دے سکا۔ افلاک و انجم اس بات سے خوش ہیں کہ خسرو کی ذات ان روحانی اسرار کے حل کرنے میں کامیاب ہوئی جو عالمِ بالا سے زمین والوں کو پہنچتے ہیں۔ قادرِ مطلق، ربِ ذوالجلال اس سبب سے مطمئن ہیں کہ ایک مخلوق نے خالق کی صفات کا مظاہرہ کیا۔ اور ماسوا کو وجودِ مطلق کی ذات بلکہ اپنی ”ذات“ پہچاننے کا موقع دیا۔!

مفصل لکھنے کا نہ موقعہ ہے اور نہ فرصت۔ اس مختصر سی تمہید سے غرض صرف یہ ہے کہ خسرو کا رتبہ مناسب طور پر آپ کے ذہن نشین ہو جائے آپ یہ سمجھ لیں کہ کتنا بڑا آدمی بیٹی کو نصیحت کر رہا ہے۔ کس باپ اور ماں

کا بیٹا۔ کس وسعتِ نظر کا مالک۔ کن کمالاتِ دینی و دنیوی کا مجموعہ۔ کس پایہ کا صوفی۔ اور کس قدر سچا اور راسخ الاعتقاد انسان اپنی بیٹی کو مخاطب کرتا ہے۔ اور اس کو آئندہ زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے چند الفاظ بطور نصیحت کہتا ہے۔

بابِ دُوّم

حضرت امیر خسرو دہلوی کی نصیحت
بیٹی کے نام

۱۔ گرچہ خُردی کنُوں و نے تمییز
اے بیٹی! اگرچہ اسوقت تو کم سن اور نا فہم ہے
رُوزے آخِر بزُرگ گردی نیز
آخر تُو ایک دن بڑی عمر کی بھی تو ہو جائے گی۔

آخر۔ پچھلا۔ ضد ہے اول کی + آخر۔ دوسرا۔ دیگر۔ اور
اصل میں یہ لفظ تمییز تھا۔ معنی، جدا کرنا۔ حق و باطل، غلط اور درست کا فرق معلوم کرنے کی قوت
فارسی والوں نے ایک ی اڑا دی۔ تمیز بنا دیا۔

کتب خانہ

۲۔ تا بود در بزرگیت دستور

تاکہ جوان ہونے کے بعد یہ تیرا دستور العمل بنیں

خوردۂ چند گویمت مستور

میں چند باریک نکتے باتوں میں پنہاں تمہیں کہتا ہوں

عصمت

۳۔ از عروسی شوی چو در خورِ تخت

جب شادی ہونے پر تو عزت کے قابل بنے

عصمتت خواہم اول آنگہ بخت

تو میں پہلے تیری عصمت اور پھر خوش بختی کے لئے دعا کرتا ہوں

عبادت

۴۔ از منت آنکہ اولیں پند است

سب سے پہلی نصیحت جو کہ میری طرف سے تیرے لئے ہے

جہد بر طاعتِ خداوند است

یہ ہے کہ خدا کی عبادت میں کوشاں رہنا

۵۔ تا توانی خدا پرستی کن

جہاں تک ہو سکے خدا کی عبادت میں مصروف رہو

وز نیازِ خدائے مستی کن

اور خدا سے محبت کا اظہار کر کے سرمست رہو

نیاز۔ کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ حاجت۔ خواہش۔ اظہار محبت

مستی کن۔ ایرانی محاورہ ہے۔ بہت خوش ہونا۔ کپڑے سے باہر ہونا۔ بے خود ہو جانا۔

۶۔ بایدت ہمچو دِیدہ عِزت وتاب

اگر تجھے آنکھ کی مانند عزت اور نور کی ضرورت ہے

باش چون چشمِ خویش دَر محراب

تو اپنی آنکھ کی طرح محراب میں بیٹھ (کر عبادت کر)

پرہیزگاری (خیالاتِ فاسد سے گریز)

۷۔ نیکنامی طلب کنی در پُوست

اگر نیکنامی چاہتی ہو۔ تو وہ میانہ روی میں ہے

پُو۔ متوسط چال۔ میانہ روی

پارسا باش، پارسائی دُوست

پرہیزگار رہو اور پرہیزگاری سے محبت رکھو

۸۔ گیرمت سِلکِ گوہرے نہ بوَد

میں یہ مانتا ہوں کہ تیرے پاس جواہرات ہر کی لڑیاں نہیں ہیں

بہ زِ تسبیح زیوَرے نہ بوَد

مگر تسبیح سے بہتر کوئی زیور نہیں ہے

۹۔ پاک تَن باش ہمچو آبِ سپہر

آسمان کے نور کی طرح سے پاک تن رہو یا آسمان کے پانی بارش کیطرح سے پاک تن رہو

اطہر المیاہ ماء المطر (تمام پانیوں میں سے پاک تر بارش کا پانی ہے)

آب۔ آب وتاب ۔ نور چمک ۔ آبرو ۔ خوبی ۔ قیمت ۔ اور آب کے معنی پانی (بارش کا پانی بہت صاف سمجھا جاتا ہے)

بلکہ پاکیزہ تَر زِ چشمۂ مہر

بلکہ سورج سے بھی زیادہ پاکیزہ

۱۰۔ تا شوی ہمچو مہر در ہر سُو
تا کہ تو سورج کی طرح ہر جانب
از پسِ چار پردہ رَوشن رُو
چار پردوں کے پیچھے سے نورانی چہرے والی بنے (دکھائی دے)

یعنی پاک تن اور عصمت مآب ہونے سے تو روشن چہرہ والی ہوگی۔

۱۱۔ کوش کز کشتنِ جوانیٔ خویش
یہ کوشش کر کہ اپنی جوانی کی خواہشات کو مارنے سے
مُردہ باشی بزندگانیٔ خویش
اپنی زندگی میں ان خواہشات کے لحاظ سے مردہ ہو جائے

مُوتُوا قبلَ اَن تمُوتُوا۔ مرنے سے پہلے مرجاؤ

۱۲۔ تا من از زندگانیِ تو بہ راز
تا کہ میں تیری زندگی کے ذریعہ سے پنہاں طور پر
از پسِ مرگ زندہ گردم باز
اپنی موت کے بعد پھر زندہ ہو جاؤں

تدبیر

۱۳۔ زن چناں بہ کہ مردِ روئے بود
عورت یوں بہتر ہے کہ اس میں مرد کی خوبیاں ہوں
تا زناں را بہ پردہ شوئے بود
تا کہ دوسری عورتوں کو پردہ میں وہ خاوند کی طرح ہدایت کرے

کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو

۱۴۔ زن اگر مرد، مردِ تدبیر است

عورت اگر مرد کی طرح ہے۔ مرد بھی وہ جو صاحب تدبیر ہو۔

سوزن و دوک نیزہ و تیر است

تو سوئی اور تکلہ اس کے نیزہ اور تیر ہیں
یا۔ اگر عورت سوئی اور تکلے کا کام کرے تو وہ مرد صاحب تدبیر ہے۔

سینا پرونا۔

۱۵۔ گرچہ زر باشدت فراخ نہ تنگ

اگرچہ تیرے پاس دولت کی فراوانی ہو اور اس کی کمی نہ ہو

تا نداری ز دوک و سوزن ننگ

دیکھنا، سوئی اور تکلے سے عار نہ کرنا

۱۶۔ دوک و سوزن گذاشتن نہ فن است

تکلہ اور سوئی کا چھوڑ دینا کوئی ہنر کی بات نہیں ہے

کآلتِ پردہ پوشئِ بدن است

کیونکہ یہ بدن ڈھانکنے کا ذریعہ ہیں۔

ستر

۱۷۔ پا بدامنِ عافیت در کُن

اپنے پاؤں کو عافیت کے دامن کے اندر کھینچ

رُو بدیوار و پشت بر در کُن

یعنی اپنا منہ دیوار کی طرف اور پیٹھ دروازے کیطرف کر

تو عافیت میں رہنا چاہتی ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ستر میں رہے۔

۱۸- راہِ در کم کن از درونِ سرائے

گھر میں سے دروازے کی طرف کم جاؤ

ور مثلِ خضر در زند مکشائے

اور اگر کوئی خضر جیسا بھی دروازہ کھٹکھٹائے تو مت کھولو۔

۱۹- تا سرت از شرف بماہ شود

تاکہ تیرا سر بزرگی کے سبب چاند تک پہنچ جائے

مقنعت افسر و کلاہ شود

تیرا دوپٹہ تاج اور ٹوپی بن جائے یعنی تیری عزت ہو

مقنعہ ۔ (اوڑھنی۔ دوپٹہ)

۲۰- زن کہ از شرم خو کند بسرا

وہ عورت جو کہ شرم کے سبب گھر کے اندر رہنے کی عادت بنا لیتی ہے۔

سترہا فی ستارہا قمرا

اس کا اپنی پردہ کرنے والی چیز میں چھپانا اسے چاند کیطرح بنا دیتا ہے

۲۱- گوشہ گیراں ستودہ نام بوند

گوشہ میں رہنے والوں کا نام تعریف سے لیا جاتا ہے۔

کوچہ گرداں فراخ گام بوند

گلیوں میں پھرنے والے آوارہ گرد ہوتے ہیں

۲۲- زَن کہ دَر کُوچہ ہا بَتگت باشد

وہ عورت جو گلیوں میں بھاگتی پھرتی ہے۔

زَن نَباشد کہ مادہ سَگ باشد

عورت نہیں بلکہ کُتیا ہے۔

۲۳- کم دَوَد مادہ شیرِ خُون آشام

خون پینے والی شیرنی کم بھاگتی ہے۔

گُربَہ باشد جَہندہ بام ببام

بلی کوٹھے کوٹھے کودتی پھرتی ہے۔

۲۴- کَبکِ پنہاں خرام را بوَطَن

پردہ میں خرامِ ناز سے چلنے والے چکور کے لئے وطن میں

حُجرہ باید چو بَیضہ بے رَوزَن

انڈے کی مانند بغیر سوراخ کے کمرہ چاہیے

۲۵- زَن کہ در رَوزَنش شتاب بود

وہ عورت جو کہ جھروکے میں سے جھانکنے کی جلدی کرے

بیفتد گرچہ آفتاب بود

نیچے گر جاتی ہے۔ اگرچہ سورج ہی ہو

آفتاب کے معنی دھوپ کے بھی ہیں۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ جب کبھی دھوپ کی کرنیں جھروکے میں سے گزرتی ہیں۔ تو وہ زمین پر گرتی ہیں۔ یعنی ذلیل و خوار ہو جاتی ہیں۔

۲۶۔ رَوزَن اَر خود چو چَشمِ سوزَنِ تُست

جھروکہ اگرچہ تیری سوئی کے ناکے کی طرح (چھوٹا) ہے۔

دال کہ راہ برون شدِ تَنِ تست

مگر یہ سمجھ کر تمہارے جسم کے گزرنے کے لئے کافی (بڑا) راستہ ہے۔

یعنی اسی راستے سے تیری آبرو باہر جائے گی اور تو رسوا ہو گی۔

۲۷۔ دَر تماشائے روزنت ہُوس است

تیرے روزن میں سے، باہر دیکھنے میں ہوس کا شائبہ ہے

روزنت چشمِ سوزنِ تو بَس است

تیرے لئے سوئی کا ناکہ ہی بطور جھروکہ کے کافی ہے

یعنی تو سینے پرونے میں مصروف رہ اور سوئی کے ناکہ میں سے دھاگہ ڈالنے کیلئے دیکھا کر

عِزّت اور وِقار

۲۸۔ پُر گہُر بایدت خَزانۂ خویش

اگر تجھے اپنا خزانہ موتیوں سے بھرا ہوا چاہیئے

باش با سَنگِ خود بخانۂ خویش

تو اپنے مکان کے اندر عزت و وقار سے رہو

سنگ سے مطلب بھاری چیز، پتھر۔ یہاں غرض وقار اور عزت

۲۹۔ گرچہ گوہَر ز سنگ نیک تر است

اگرچہ موتی پتھر سے خوب تر ہے

سَنگِ مَردُم نکوتَر از گہُر است

لیکن انسانوں کی عزت اور وقار موتی سے بہتر ہے۔

حفاظتِ نفس

۳۰- نفسِ مردم چو یاوه گرد بود

کیونکہ بشر کا نفسِ امارہ بیہودگیوں میں مبتلا رہتا ہے

مردم۔ انسان، بشر، واحد اور جمع دونوں معنی دے سکتا ہے۔

نیک زن بہ ز نیک مرد بود

نیک عورت نیک مرد سے بہتر ہے۔

۳۱- مرد کردارِ خوب را سبب است

(صالح) مرد سے نیک عمل ظہور میں آتے ہیں۔

خوب کرداری از زناں عجب است

عورتوں سے نیک عمل باعثِ تحسین ہے

بیہودہ راگ رنگ۔

۳۲- تلخ گویند ار چہ نوش لباں

میٹھی بات کرنے والے (ناصح) کی نصیحت تلخ ہے۔ اس کو سُن

تا نگیری ترنم جلباں

مگر خبردار۔ فاحشہ عورتوں کے ترنم (راگ رنگ) پر کان نہ لگا۔

۳۳- بادپیچ و دفے کہ لعبِ زن است

جھولا اور ڈفلی جو عورت کے کھیل سمجھے جاتے ہیں

بروئے ایں چنبر است آں رسن است

عورت کیلئے یہ حلقہ طوق ہے اور وہ رسی

یعنی عورت ان میں گرفتار ہو کر بندھ جاتی ہے۔

۳۴۔ دفِ شاں بے ہراسِ دشمن و دوست

ان کی (عورتوں) ڈفلی دوست دشمن، کسی سے نہ ڈرتے ہوئے

فتنہ را بانگ می کُند در پوست

چمڑے (کے پردے) کے اندر سے فتنہ کو آواز دیتی ہے یعنی دعوت ہے

پوست = دف پر باریک چمڑا منڈھا ہوا ہوتا ہے جسے پردہ کہتے ہیں۔

۳۵۔ آنکہ اوّل سرود سادہ بوَد

شروع میں تو گانا سادہ سا ہوتا ہے۔

در نہایت صلائے بادہ بوَد

مگر آخرکار شراب کی دعوت کے لئے آواز ہوتی ہے۔

یعنی اس سادہ سے آغاز سے رفتہ رفتہ برے انجام پیدا ہوتے ہیں۔

شوہر پرستی۔

۳۶۔ ذاتِ نے جفت بایدت بنہفت

خلوت میں چاہے کہ تو سب سے الگ رہے

با ہمہ طاق باش جز با جفت

سوائے خاوند کے سب سے علیحدہ رہے

۳۷۔ بوفا با حلال یاری کُن

اپنے خاوند کے ساتھ وفا کرنے میں مستعد رہو

نعمتش را حلال خواری کُن

جو نعمتیں تجھے خاوند سے ملیں انہیں حلال (جائز) کرکے کھاؤ یعنی اس سے بیوفائی نہ کرو۔

شرعاً حلال مرد۔ یعنی عورت کا خاوند اور دیگر امور جو شرع نے حلال قرار دئے ہیں۔

حقیقتاً کس قدر شرمناک بات ہے کہ جس واسطے سے اتنی نعمتیں ملتی ہیں اسی سے دغا کیا جائے۔

امانت داری۔

۳۸۔ از عروساں خزینہ داری بہ

بیبیوں کیلئے خزانہ دار بننا بہتر ہے یعنی امانت میں خیانت نہیں کرنی چاہیئے۔

راستی گوئی و راستکاری بہ

سچ کہنا اور نیک کام کرنا اچھا ہے۔

۳۹۔ خازنے کو بدزدی آرد روے

وہ خزانہ دار جو چوری کیطرف رغبت کرتا ہے

دزد گویش خزانہ دار مگوے

اس کو چور کہنا چاہیئے نہ کہ خزانہ دار

کفایت شعاری۔

۴۰۔ مرد اگر یک فراضہ کار کند

مرد اگر بچت کرنے کا ایک کام کرتا ہے

فراضہ۔ نیم دمڑی کا چھوٹا سا ٹکڑا۔ فراضہ کار۔ بچت کا کام

زن بکد بانوی ہزار کند

تو عورت گھر کی بیگم ہونے کی حیثیت سے ہزار ایسا کام کرتی ہے

۴۱۔ چوں ز شو خرجِ زن فزوں باشد

جب خاوند سے بیوی کا خرچ زیادہ ہو۔

حالِ سامانِ خانہ چوں باشد؟

تو گھر کے سامان کا کیا حال ہوگا؟

یعنی بہت بدتر حالت ہوگی

تنقیح
۲۰۰۱ء

سخاوت

۴۲۔ ہر زنے کز سخاوتش فردی ست

ہر وہ عورت جو کہ سخاوت کے سبب یکتا ہے

نا جواں مَردیش جواں مَردی ست

عورت ہوتے ہوئے اسکی یہ بہادری جوانمردی کے برابر ہے

بیجا زیب و زینت۔

۴۳۔ دِل نگہبانِ رَخت باید داشت

اپنے دل کو لباس کا نگہبان بناؤ۔

گرہِ خویش سَخت باید داشت

اپنی پیسوں کی گرہ کو مضبوط باندھ کر رکھو۔

فضول قیمتی کپڑے مت خریدو۔ اس طرح سے روپیہ بے جا مت صرف کرو

۴۴۔ دَرزَن آرد دو فتنۂ رُسوائی

دو فتنے عورت کے لئے رسوائی پیدا کرتے ہیں

اگر درزن کو ایک لفظ سمجھا جائے تو اس کے معنی سوئی اور خیاط دونوں۔

گویا درزی یا سوئی کو دو رسوا کرنے والے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر اس سے

دَرزَن سمجھا جائے تو بہتر ہے۔ عورت میں یا عورت کے لئے۔

سیم پاشی و پیکر آرائی

فضول اصرافِ زر اور بیکار جسمانی زینت

۴۵- گرہِ نقد را چو داری سُست

اگر تم اپنی نقدی کی گانٹھ کو ڈھیلا رکھو گی

دست از آبرو بباید شُست

تو اپنی عزت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو۔

جب اصراف بیجا ہوگا تو بے زری کے سبب عزت بھی تھوڑے عرصے میں جاتی رہے گی

۴۶- بس عرُوساں کہ فتنہ جُوئی شُدند

بہت سی بیبیوں نے اپنے لئے خود فساد تلاش کر لیا

از سفیدہ سیاہ رُوئے شدند

یعنی منہ پر پوڈر ملنے سے وہ بدنام ہو گئیں۔

۴۷- سُرخیِ بد ز رُو بباید شُست

غازہ کی بُری سُرخی کو چہرے سے دھو ڈالنا چاہیئے۔

سُرخیِ رُوت سُرخروئی تُست

تیرے چہرے کی قدرتی سرخی تیری نیک نامی ہے۔

سرخرو ہونا:- کسی نیک کام کے سبب نیک نام پیدا کرنا۔

غازہ اور پوڈر لگانے کی نسبت نیک عمل کرنا زیادہ مفید ہے۔ جتنا وقت بیکار بناؤ سنگار میں صرف کیا جاتا ہے۔ وہ کسی عمل صالح میں لگانا چاہیئے۔

۴۸- چُوں شُدی بہرِ زفت و نہ در رنج

جب تو سولہ سنگار کرنے کے لئے ہر وقت پریشان رہے گی

نقدِ عصمت فتاد در شش و پنج

تو تیری عصمت کا گوہر خطرے میں پڑ جائے گا۔

ہفت :- سرمہ ۱ - وسمہ ۲ - نگار ۳ - غازہ ۴ - سفیدآب ۵ - زرگ ۶ - خال ۷

یہ سب عورتوں کی زیب و زینت و آرائش کے سنگار ہیں۔

نُہ :- سرآویزہ ۱ - گوشوارہ ۲ - سلسلہ ۳ - حلقۂ بینی ۴ - گلوبند ۵ - بازوبند ۶ - دست برنجن ۷
انگشتر ۸ - خلخال ۹ - یہ سب زیورات اور آرائش میں اضافہ کرنے کے سامان ہیں

۴۹- خالِ شبرنگ کز فساد کشی ست

وہ سیاہ خال جس کا چہرے پر لگانے کا سبب فساد کشی (برائیاں) ہو

ہمچو خالِ سفید بر حبشی ست

اس سفید خال کی طرح ہے جو حبشی کے چہرے پر ہو۔

حبشی کے سیاہ بدن پر سفید خال بدنما معلوم دیتا ہے۔ تو یہ سیاہ خال اگرچہ دیکھنے میں بھلا ہے مگر بُرائی کے اسکو وجود میں لانے یا اس کے برائی کی نیت سے وجود میں آنے کے سبب حبشی کے سفید خال کی طرح بدنما ہے۔ عورتیں خوبصورتی بڑھانے کے لئے مصنوعی سیاہ خال چہرے پر لگاتی ہیں۔ مطلب یہ کہ کسی برائی کی نیت نے عورت کو اگر یہ خال چہرے پر لگانے کی ترغیب دی۔

۵۰- خال چوں نقطۂ گیاہ شود

خال گھاس کے تنکے کی طرح ہوتا ہے۔

ہم بیک نقطہ رُو سیاہ شود

تو تھوڑی سی بات سے روسیاہ بھی ہوجاتا ہے۔

روسیاہ :- جس کا منہ کالا ہو - گنہگار - ذلیل - حقیر - بے عزت ۔ گیاہ :- بے قدر و قیمت چیز - گھاس
نقطۂ گیاہ :- گھاس کا تنکا ۔ گیاہ شدن :- بے قدر ہونا ۔ خال ہوتا ہی روسیاہ ہے۔

گیاہ (گھاس) جب جلتا ہے تو روسیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ کہ، گیاہ کے نیچے کے دو نقطے ہٹائے اوپر ایک نقطہ لگایا۔ تو وہ گناہ بن گیا۔ اور روسیاہ ہو گیا۔ گویا ایک نقطے سے گیاہ گناہ بن جاتا ہے۔ (شعر صاف نہیں ہوا)

۵۱۔ خالِ بد بر رُخ است داغِ ہلاک

بُرا خال چہرے کے اوپر ہلاکت کا نشان ہے

خال بر جَبہہ نہ ز سجدۂ پاک

اپنی پیشانی پر سجدۂ پاک (خدا کی عبادت) سے خال پیدا کرو۔

۵۲۔ اگر آئینہ بایدت در پیش

اگر تمہیں سامنے آئینہ رکھنے کی ضرورت ہے

پیش نہ آئینہ زِ زانوئے خویش

تو اپنے زانو کو آئینہ بنا کر سامنے رکھو

یعنی مراقبہ میں رہو۔ جب بیٹھ کر سر گھٹنوں پر رکھتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ زانو آئینہ بن گیا۔ غرض یہ کہ پروردگار کی درگاہ میں سجدہ کرو۔ بناؤ سنگار کرنے کی بجائے عبادت میں مصروف رہو

۵۳۔ وَگرت شانہ باید اندر مُشت

اگر تجھے ہاتھ میں کنگھی لینے کی خواہش ہے (سنگار کے لئے)

شانۂ مُشت کُن زِ شانۂ پُشت

تو اپنی ریڑھ کی ہڈی کو اس طرح خم دے جیسے بندھی ہوئی مٹھی کی گٹھوں کو ہوتا ہے۔ یعنی سجدہ کر۔

مٹھی کی گٹھوں اور خمیدہ کمر کے مہروں میں مشابہت ظاہر ہے۔ یعنی بناؤ سنگار کی بجائے عبادت کرو۔

زینت کی اجازت

۵۴- ایں ہمہ فتنہ ہا کہ ہست وبال

یہ تمام فساد جو کہ وبالِ جان ہیں

با رضائے حلال ہست حلال

خاوند کی مرضی اگر ہو تو سب حلال ہیں

یا یہ کہ اگر نیک اور صالح ارادوں سے کئے جائیں تو جائز ہیں۔ اگرچہ فتنہ و فساد ہیں۔

خدا کا خوف

۵۵- ور حلالِ تو ہست بے پرہیز

اور اگر تیرا شوہر پرہیزگار نہیں ہے

در حرم خانۂ خدائے گریز

تو خدا کے پاک گھر میں جا کر پناہ لے۔

اگر شوہر اس قابل نہیں کہ اس کے احکام کی پابندی کی جائے تو خدا کے احکام پر ہمیشہ عمل کرو۔ اگر وہ نا قابل ہے۔ تو خدا تو قابلیت رکھتا ہے۔ اگر شوہر نہیں دیکھتا تو خدا تو ہر وقت دیکھتا ہے

۵۶- در ہمہ کاروبار در ہمہ جا

سب کاروبار میں اور ہر جگہ پر

مشرفِ حالِ خود شناس خدا

خدا کو اپنے حال کا نگران سمجھ

خاتمہ۔

۵۷۔ گر خدایت کند بعصمت شاد
جب خدا تمہیں عصمت کیساتھ خوش وخرم رکھے
بدعائے کُنی زِ خسرو یاد
تو خسرو کو دعا سے یاد کرنا

۵۸۔ آنچہ من دیدمت صلاح در آں
میں نے جس بات میں تیری بھلائی دیکھی
کردمت پردہ پوشئ پدر۔ آں
وہی کہی۔ جس سے تو والد کی پردہ پوشی کا باعث ہوگی

اگر تو ان نیک اعمال پر عمل پیرا ہوگی تو والدین اور خاندان کی عزت میں اضافہ کا سبب ہوگی

۵۹۔ وآنچہ موقوف جُہد کردنِ تُست
اور جو کچھ تیری کوشش پر منحصر ہے
تو کن آنرا کہ آں بگردنِ تُست
تو اسے کر، کیونکہ وہ تیرے ذمہ ہے۔

۶۰۔ یا ربّت رہ سوئے رہائی باد
اے خدا ایسا ہو۔ کہ تیرا (نیکی کا) راستہ وہ ہو۔ جس سے تو بُرے کاموں سے رہائی پائے۔
با رہانندہ آشنائی باد
اور تیری محبت ان کے ساتھ ہو جو تجھے بُرے کاموں سے نجات دلائیں

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ط وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ادارۂ ادبیات اردو

بابِ سوّم

نصیحت کا فلسفہ

آؤ اب ذرا حضرت امیر خسرو کی نصیحتوں پہ عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔ آخر اتنے بڑے جامع کمالات - طوطی سخن - راسخ الاعتقاد متقی - صوفی - صاحبِ عمل - کی بات بیکار تو نہیں ہو سکتی۔

یہ سچ ہے کہ زمانہ بدلتا رہتا ہے۔ گردشِ فلک کتابِ روزگار کے اوراقِ لیل و نہار الٹتی رہتی ہے۔ ہر قرن میں ایک نئی تاریخ ملتی ہے۔ ہر باب میں ایک نیا سبق

بہر زمانہ باندازِ تازہ مے گویند   حکایتِ غمِ فرہاد و قصۂ پرویز
(اقبالؔ)

لیکن اصل اصول اور اساسِ نفسیات وہی رہتا ہے۔ نہ اخلاقیات کی روح بدلتی ہے نہ اس ذہنیت میں فرق آتا ہے۔

زمانہ بدلتا ہے۔ مگر ہماری حاجات نہیں بدلتیں۔ ظاہری صورت بدل جاتی ہے۔ مگر ہماری ضرورت کی اصل نہیں بدلتی۔ مثلاً ماں کی کی بیٹے سے محبت۔ نفسیات وہی ہیں۔ مگر کسی زمانے میں والدہ بیٹے کو زربفت کا جامہ پہنا کر خوش ہوتی تھیں۔ تو اب انگریزی سوٹ دیکھ کر محظوظ ہوتی ہیں۔ فخر و محبت وہی ہیں۔ طریقہ اظہار مختلف ہے۔ یا دوسری مثال شان و شوکت کے اظہار کے لئے حشم و خدم اور شاندار سواری کی ضرورت ہے۔ کسی زمانے میں چار گھوڑے کی گاڑی تھی تو آج رولس رائس کی سیلون موٹر کار ہی اس شان کا ظہور پورے جلال میں کر سکتی ہے۔ طرز اظہار بدل گئی یا کسی زمانے میں مناصبِ اعلیٰ حاصل کرنے کے لئے عربی فارسی ترکی کی تکمیل ضروری تھی۔ تو آج انگریزی فرانسہ کے سوا چارہ نہیں۔ علم کا حصول وہی رہا۔ صرف ایک طرف سے رُخ ہٹ کر دوسری طرف کو پلٹ گیا۔

یہ قانونِ قدرت ہے اور تبدیلی کا واقعہ ہونا لازم۔ اور یہ بالکل سچ ہے کہ جو قوم اپنے آپ کو ان تبدیلیوں کے ساتھ نہیں بدلتی اور نئے طریقوں سے نئے زمانے پر حاوی ہونے کی کوشش نہیں کرتی وہ تباہ بھی ہو جاتی ہے۔

دنیا اور دنیا والوں کی مٹی وہی رہتی ہے۔ پرانے سانچوں سے نکال کر اسے نئے سانچوں میں بھرا جاتا ہے۔ چرخ نیلوفری کی گردش کہنہ فرسودہ ڈھانچوں کو گرا کر اسی مال مصالحہ سے نئے پیکر تیار کرتی ہے۔ اور جو کوئی پرانے کفن کو نہیں چھوڑتا وہ آسیائے فلک کی گردش میں اس کے ساتھ خود بھی پس جاتا ہے۔

جب ہم دورِ حاضرہ کی دنیا میں رہتے ہیں۔ اس کی ہوائیں سانس لیتے ہیں۔ اسی سمندر کی موجوں کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ اس نئی خاک و آب سے نشو و نما پاتے ہیں تو کوئی سبب ہے کہ ہم آج سے دو یا چار سو سال قبل کے مرحوم و مغفور زمانے میں زندگی گذارنے کی کوشش کریں؟ اس کا کوئی مدلّل سبب تو معلوم نہیں ہوتا۔ اگر ہم ایسا کریں تو کتاب لیل و نہار کا مصلح ہمیں صفحۂ ہستی پر حرفِ مکرر سمجھ کر مٹا دے گا۔ باغِ جہاں کا مالی کہنہ و فرسودہ سمجھ کر اکھاڑ باہر پھینکے گا۔ قافلے والے ہمیں ہمجنس نہ جان کر پیچھے چھوڑنے کی کوشش کریں گے۔ اور زندگی کی کشمکش میں جہاں آج نئے نئے علمی سماجی اقتصادی ہتھیار برسرکار نظر آتے ہیں۔ ہم فرسودہ اور کہنہ آلات کو استعمال کرنے کے باعث ناکامیاب رہیں گے۔

اگر ہم زندہ اور صاحب اقتدار رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے آپ کو زمانے کے نئے رنگ میں رنگ لینا چاہیے۔ اس کا تصادم

کسی طرح سے مذہب سے نہیں ہوتا۔ سانپ مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ دونوں کام ہوجاتے ہیں۔ امیر خسرو کو یہ نصیحت کیے چھ سو برس سے زیادہ کا عرصہ ہوگیا

وہ فضا اور تھی وہ ہوا اور۔ وہ دنیا اور تھی اس کی صدا اور۔ اب زمانہ بدل گیا۔ وہ ملک وہ بادشاہ وہ مذہب کا رنگ۔ وہ ملت کے خیالات سب تبدیل ہوگئے۔ بلکہ زمانے کی رَو نے انہیں بدل دیا۔ وہ خود اگرچہ بدلنے پر تیار نہ تھے۔ مگر زمانے کے ہاتھوں مجبور ہوئے۔ اب اگر انہیں نصیحتوں کو ہم لفظ بہ لفظ اپنی بچیوں پر عائد کرنا چاہیں تو نادانی اور نااہلی سے کم نہ ہوگا۔

کامیاب وہی ہے جو زمانے کی روش کو قبل از وقت سمجھے اور اپنے آپ کو اسی سانچے میں ڈھال لے۔ زمانہ یہ سمجھے کہ یہ ہمارا ایک حصہ ہے۔ نہ کسی عجائب گھر سے نکالی ہوئی عہدِ عتیق کی یادگار، نہیں تو آج نہیں کل، مجبوراً زمانے کی چال اختیار کرنی پڑے گی، ہم نہیں ہمارے بچے۔ مگر اس وقت تک دیگر دوربین دماغ اپنی پیش بینی کے جوہر کو استعمال کر لیتے ہیں اور وہ ترقی کے میدان میں بہت آگے بڑھ جاتے ہیں۔ قدیم پر قائم، عتیق کے دلدادہ، وقت کو عملی کام میں لگانے کی بجائے نظارہ کرنے اور فلسفہ چھانٹنے میں گزارتے ہیں۔

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

جب ہوش آتا ہے اور بھنور میں گر کر ہاتھ پاؤں مارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ تو دریا کا رُخ بدل چکا ہوتا ہے۔ مگر

ع۔ اب پچھتائے کیا بنے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

ان نصائح کی روح اب بھی قائم ہے۔ مگر ان کا ظاہری لباس دورِ حاضرہ میں قائم نہیں۔ اصل اصول وہی ہے۔ مگر فروعات مختلف ہیں۔ بنیاد ایک ہی ہے مگر تفصیلات اور ہیں۔

یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ شاعری کا لباس پہن کر بعض خیالات کچھ غیر معیّن ہو جاتے ہیں۔ مگر سچ پوچھو تو یہی نظم کا حسن اور عروسِ سخن کے رُخِ روشن کا غازہ ہے۔ حسبِ ضرورت ضروری ہے کہ ہم خیال کے جامہ کو تشکیل دے لیں اور اس کی مناسب تکمیل کر لیں۔ جب تک کہ کھانے میں مرچ مصالحہ نہ ہو۔ وہ بے مزا معلوم دیتا ہے۔ حقائق کو ادبی رنگ میں پیش کیا گیا ہے ہمارے پیشِ نظر یہ حقائق ہیں۔

اس میں نہ آپ کو انکار اور نہ مجھے کہ ہمارے بچوں کے سامنے ایک نصب العین ہونا چاہیے۔ یعنی ان پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو کہ کونسا کام اچھا ہے۔ کون سا بُرا۔ انہیں واضح طور پر معلوم ہو کہ کونسا فعل مُستحسن ہے۔ اور کون سا معیوب۔ گویا انہیں کیا کرنا چاہیے۔ اور کیا نہیں کرنا چاہیے ان کا ننھا سا دماغ خود تو اپنی بھلائی بُرائی کو نہیں سوچ سکتا۔

ان کے سامنے بزرگوں کے تجربات سے ثابت شدہ مسلمہ اصول پیش کرنا ضروری ہیں تاکہ وہ زندگی میں کامیاب بن سکیں اسی کا نام "نصیحت" ہے۔

ناتجربہ کار ننھے دماغ خود تو اس قابل نہیں کہ اپنی بھلائی برائی کو سمجھ سکیں اور خود اپنا لائحہ عمل تیار کریں۔ یہ ان کے بزرگوں کا کام ہے۔ جنہوں نے زمانے کا گرم و سرد چکھا ہے۔ جو عیوب و محاسن کو پرکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ جن کا دماغ ان کاغذی الفاظ کو تجربے کی کسوٹی پر پرکھ چکا ہے۔ گویا نصیحت کا مضمون پختہ ہو چکا ہے۔ اس کے بعد اس نصیحت کو بچوں کے لئے امر و نہی کا لائحۂ عمل بنا دیا جائے۔ یہ کام کرو یہ مت کرو۔ یہ خوب ہے۔ یہ بد ہے۔ فلسفۂ تعلیم کے ماہروں کا خیال ہے۔ کہ ابتدائی ادوار میں بچے کی منشا پر صرف چند کام چھوڑنے چاہئیں۔ امر و نہی کا بتانا بزرگوں کا کام ہے۔ اگر وہ غلطی کرے تو اسے ٹوکا جائے۔ اسی طریق سے اس کی ضمیر صحیح راستے پر تربیت حاصل کر سکتی ہے۔ اور اس کا دماغ پختہ ہونے کے بعد نیکی اور بدی میں تمیز کر سکتا ہے یہ درست ہے۔ کہ مختلف سماجوں اور مذاہب نے اپنی نیکی بدی کے معیار مختلف مقرر کئے ہیں۔ مگر ہمیں وہ معیار دیکھنا ہے جو ہماری سماج نے مقرر کیا ہے اور یہ تربیت سے ہی پیدا کیا جا

سکتا ہے۔

نصیحت مسلمہ قوانینِ اخلاق کی تعلیم ہے بہتر کوئی نہیں ہو سکتی۔ وہ ایسی نصیحت ہے۔ جو ہمیشہ کے لئے ہے۔ زمانہ بدلتا ہے۔ مگر اس نصیحت کا اصول نہیں بدلتا۔ خسرو جیسے علامہ کے الفاظ اس غرض کے لئے بہترین ہیں۔ اور قدرت نے جہاں خسرو کو اپنے مختلف الانواع خزائن سے مالامال کر دیا تھا۔ وہاں نصیحت کا سلیقہ بھی عطا کیا تھا۔

تو اب فرزانگی اسی میں ہے کہ ہم خسرو کی نصیحتوں کو دورِ حاضرہ کی روشنی میں دیکھیں۔ میرے ساتھ آئیے۔ میں آپ کو سرکارِ خسروی میں پیش کئے دیتا ہوں۔ سرِ تسلیم خم کیجئے۔ کورنش بجا لائیے۔ اور امیرِ قلمرو سخن حضرت امیر خسرو دہلوی کے دربار خسروی میں جدید طرزِ معاشرت کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھئے ان کی نصیحتوں کو تفصیل وار اپنے کانوں سے سنئے۔ نئی روشنی میں انہیں جواہرات کی چمک دمک نئے رنگ میں نظر آ رہی ہے

گویا پرانی شراب نئے شیشوں میں بھری ہے

کہتے ہیں بیٹی ابھی تو چھوٹی ہے۔ اور بے سمجھ۔ یہ باتیں میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ جب تو سنِ بلوغت کو پہنچے۔ اور بڑی ہو جائے تو تیرے کام آئیں۔ یہ ظاہر ہے کہ باپ بیٹی کو نصیحت کرتے ہوئے اور پھر بالغ اور جوان بیٹی کو نصیحت کرتے ہوئے

شرماتا ہے۔ پیرایہ یہ نکالا ہے کہ بچی کو کم سن سمجھا ہے۔ تاکہ اسے واضح طور پر نصیحت کرنا ممکن ہو سکے۔ ورنہ کم عمر بچی بھلا اس سے کیا استفادہ کر سکتی ہے۔ حقیقت میں شاعر نے زمانے کی تمام عورتوں کو نصیحت کی ہے۔ اس سے غرض ان کی رہنمائی۔ تاکہ ان کے سامنے ایک نصب العین موجود ہو۔ یہ نصیحتیں جوان لڑکیوں، شادی شدہ بیبیوں۔ بالغ عورتوں اور گھر کی ماں بیٹیوں کے لیے ہیں۔ گویا تمام طبقۂ نسواں کے لیے ایک دستور العمل۔

عصمت سب سے پہلی بات جس پر حضرتِ امیر نے زور دیا ہے۔ وہ "عصمت" ہے۔ سچ پوچھتے ہو۔ تو عصمت ہی عورت کا اصلی جوہر ہے۔ یہی اس زندگی میں اس کی روح اور یہی اس کا زیور ہے۔ اس کے ساتھ وہ فرشتہ اور جنت کی حور ہے اور اس کے بغیر مٹی کی مورت۔ اسی لیے حضرت خسرو نے بخت و کشائش رزق سے زیادہ اس پر زور دیا ہے۔ آج کل کا باپ ہوتا تو کہتا میری بیٹی امیر گھرانے میں رہے۔ حضرتِ امیر کا عصمت کے لیے سب سے پہلے دعا مانگنا صحیح اتقا کا نظریہ ہے۔ بخت اور بدبختی تو خدا کی طرف سے ہیں۔ مگر عصمت اور عفت کی نگہبانی عورت کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ تو عورت کے لیے عصمت کے گوہر

کی حفاظت ناگزیر ہے۔

عصمت کی حفاظت کے لئے چند امور ممد ہیں۔ ان امور کا ذکر عصمت کے بعد کیا ہے۔

(۱) عبادت (۲) پرہیزگاری۔ ان کے بعد دوسری باتیں ہیں۔ کام میں مصروف رہنا، شوہر پرستی، نے جا زیب وزینت سے اجتناب وغیرہ۔ عصمت کی حفاظت کی اہمیت تو تربیت سے پیدا کی جاتی ہے۔ اور عملی طور پر اس پر قائم رہنے کیلئے عبادت، پرہیزگاری وغیرہ پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔ بابِ نصیحت کو کھولتے ہی عصمت کا ذکر کیا ہے۔ گویا عصمت کو اتنا اہم سمجھا ہے۔

عبادت عبادت بنی نوع انسان کا فرض اور ہماری دینی و دنیاوی مشکلات کی کنجی ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر تم محبت کا اظہار کرتی ہو تو خدا سے کرو۔ اور اس پر نازاں ہو۔ سچ یہ ہے کہ ایک عبادت پر کاربند ہونا۔ سو گناہوں سے ہاتھ دھونا ہے۔ جو عبادت کرے گا خدا کا خوف اس کے دل میں ہر وقت موجود ہوگا۔ پھر جو دل خدا کا گھر ہے۔ اس میں فاسد خیالات کو کیا دخل۔ گویا ہر طرح سے امن و عافیت صبر اور اطمینان قلب کی زندگی ہے۔ جب یہ باتیں ہوئیں تو عزت و آبرو از خود حاصل ہوگی۔ تو گویا دینی اور دنیوی مراحل طے کرنے

کے لئے عبادت ضروری ہے۔ جب فاسد خیالات کے پیدا ہونے کے لئے دل میں جگہ نہیں ہوگی۔ تو عصمت کے قائم رکھنے کا انتظام سہل ہوجاتا ہے۔

پرہیزگاری عبادت اور پرہیزگاری میں فرق ہے۔ ایک انسان بہت سی نمازیں پڑھنے کے ساتھ ممکن ہے پرہیزگار نہ ہو۔ یعنی اس کے خیالات فاسد ہوں۔ فرعون بہت بڑا عابد تھا۔ راتوں جاگ کر خدا کی عبادت کرتا تھا۔ مگر پرہیزگار نہ تھا۔ آپ نے اور کئی آدمی دیکھے ہوں گے۔ نمازیں تو اتنی پڑھتے ہیں کہ گویا ماتھا رگڑ رگڑ کر سارا کرۂ زمین گھسا کر آسمان بنا دیں گے۔ ع

زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

فردوسی

مگر اول درجہ کے دغاباز فریبی چغل خور وغیرہ۔ تو اس عبادت سے عبادت تو ہوگئی مگر انسان پرہیزگار نہ بنا جو کہ دنیا میں کوہ وقار، بننے کے لئے ضروری ہے۔

پرہیزگاری یہ سمجھو کہ عملی طور پر گناہ نہ کرنا۔ کسی طرح کا گناہ یہ سچ ہے کہ عبادت پرہیزگاری میں امداد دیتی ہے۔ مگر گناہ کرنے سے حکماً روک نہیں سکتی۔ بلکہ ایسا آدمی خدا کی درگاہ میں اور معتوب ہوتا ہے۔ جو کہ لوگوں پر اپنی عبادت کا بہت

رعب بٹھائے۔ مگر حقیقتاً پرہیزگار اور عابد نہ ہو۔ چونکہ اس میں ایک اور گناہ یعنی ریاکاری کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

شخصے بہ زنے فاحشہ گفتا مستی   ہر لحظہ بہ دام دیگرے پا بستی
گفتا شیخا ہر آنچہ گوئی ہستم   اما تو چنانچہ می نمائی ہستی
عمر خیام

سعدی کہتا ہے۔

کلیدِ در دوزخ است آں نماز   کہ در روئے مردم گزاری دراز

گویا یہ عبادت نہیں ریاکاری ہے۔

عبادت سے قلب کی صفائی ہوتی ہے۔ دعا سے خدا کی نعمتوں کے دروازے کھلتے ہیں۔ لیکن آدمی پرہیزگار نہ ہو تو بدنام ہوگا۔ اور خدا کی لعنتیں اس پر وارد ہوں گی۔ عورت میں پرہیزگاری کی کمی جوشِ جوانی کے گمراہ کن خیالات سے پیدا ہوتی ہے۔ یا جلبِ زر کی خواہش، جس کا منبع ہوس و حرص ہے۔ اگر انسان قناعت سے کام لے اور تسکین قلب نہ کھوئے۔ تو خدا کا دیا ہوا بہت کچھ ہوتا ہے۔ ہر حالت میں کافی و وافی سے زیادہ۔ اضافہ کے لئے حاکم الحاکمین سے دعا کرو نہ کہ غیر معقول ذرائع سے روپیہ پیدا کرنے کی ترکیبیں سوچنے میں اپنا وقت ضائع کرو۔

تو حضرت امیر فرماتے ہیں کہ ان جوانی کے خیالات کو ہلاک

کردو۔ فاسد منسوبوں کو دل سے بھلا دو۔ مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا (مرنے سے پہلے ہی تم مرجاؤ) پھر تم جنت کی حقدار بن سکتی ہو۔

مرنے سے پہلے مرنے کا یہی مطلب ہوا کہ تمام فاسد خیالات کو مار دیا جائے۔ انہیں سینے سے نکال باہر کیا جائے۔ بُرے خیالات کی موت واقع ہو جائے۔ اور صرف پاکیزگی نیکی اور طہارت دل و دماغ میں باقی رہ جائے۔

خاندان کی ناموس عورت سے وابستہ ہے اور عورت کی ناموس پرہیزگاری کے ساتھ۔ تو کہتے ہیں کہ اے بیٹی اگر تو پرہیزگار ہے۔ تو تیرا نیک نام روشن ہوگا۔ گویا تو نے میرا نام زندہ کر دیا۔ فلاں کی بیٹی ہے۔ اگرچہ تیرا باپ جسمانی طور پر مر گیا ہے۔ لیکن روحانی طور پر زندہ ہے۔ چونکہ تیرے نیک نام کے سبب سے اس کا نام نیک مشہور ہے۔

عصمت، عبادت اور پرہیزگاری زندگی کے ایسے ضروری اصول ہیں کہ ہم ان سے کسی حالت میں انکار نہیں کر سکتے ان سے انکار کرنا گویا تہذیب و تمدن سے انکار کرنا ہے۔ یہ صرف تمام مذاہب کی نہیں بلکہ عالمِ خاکی کی سماج کی بنیادیں ہیں۔ گناہوں کے سمندر کے تھپیڑے اور عصیاں کے دریا کی موجیں ان کو ہلا نہیں سکتیں۔ انسان ایک معجون مرکب ہے فرشتہ خصلت اور شیطان سیرت۔ ان تین اصولوں سے ہماری

قدسی ضمیر کی تنویر بڑھتی ہے اور روحانیت میں اضافہ ہوتا ہے
صنفِ نازک چونکہ اپنی نزاکت اور صفائی کے سبب ان صفات کی طبقہ ذکور کی نسبت زیادہ حامل ہے۔ اس لئے عورتوں کے لئے اس کی زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

تدبیر عورت عموماً کج رائے سمجھی جاتی ہے۔ اور مرد صاحبِ تدبیر خیال کیا جاتا ہے۔ یہ اصول بحیثیت افراد کے تسلیم نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بحیثیت جماعت کے۔ بعض عورتیں نہایت پختہ کار اور روشن رائے ہوتی ہیں۔ تو اسی سبب سے خسرو کہتے ہیں۔ کہ وہ عورت بہترین صفات کی مالک ہے۔ جو مرد کیطرح سے صاحبِ تدبیر ہو۔ دوسری عورتوں کی رائے پر اس کی رائے حاوی ہو۔ وہ اپنا وقت بیکار بناؤ سنگار میں ہی صرف نہ کر دے۔ بلکہ تعمیری کام کی طرف اپنی قوتیں بڑھائے اور مفید مطلب نتیجہ مرتب کرے

تدبیر سے مطلب یہ سمجھ لیجئے کہ خاص واقعات اور حالات کے ماتحت آدمی اپنے ذہن اور فکر سے ایسا لائحہ عمل تیار کرے کہ کام اس کے حسب منشا ہو جائے۔ تدبیر کا نظریہ یہ ہوا گذشتہ تجربے کی بناء پر وہ تجربہ ذاتی ہو یا کتابوں سے حاصل کردہ، موجودہ واقعات کو ایسے سانچے میں ڈھالا جائے کہ وہ مستقبل میں ہمارے لئے مفید ثابت ہوں۔ آج کے طریق

تعلیم میں یہ بہت بڑی کمی ہے۔ ہم بچوں کو مشین بناتے ہیں صاحبِ فکر انسان نہیں بناتے۔ جب حالات کی ایک خاص شکل ہو۔ جس کے متعلق بچے کو پہلے تعلیم دی جا چکی ہے۔ تو وہ بغیر سوچے قبل از وقت ایک نتیجہ نکال لیتا ہے۔ اور جہاں نقشہ ذرا سا بدلا یہ حضرت "صم" "بکم" کھڑے ہیں۔ ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم۔ چاہیئے یہ کہ انسان، عقل، فکر اور تدبیر سے کام لے۔ تاکہ تمام انواع کے حالات پر حاوی ہو سکے۔ اگلے وقتوں کے ہندوستانی اس لحاظ سے ہماری نسبت بہت زیادہ صاحبِ تدبیر تھے۔

صاحبِ تدبیر ہونا ذہنی تربیت پر منحصر ہے۔ جو صرف کتابوں سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ بچوں کو سوچ اور فکر کا مناسب موقعہ دینے سے۔ ہمارے بچے آنکھ کان منہ سب اعضاء کا استعمال تو کرتے ہیں مگر نہیں کرتے تو دماغ کا۔ وہ دیکھ رہے ہوتے ہیں اور پھر نہیں دیکھتے۔ چونکہ ظاہری آنکھوں سے تو دیکھتے ہیں عقل کی آنکھوں سے نہیں دیکھتے ان کا قصور بھی نہیں انہیں سکھایا ہی یہی جاتا ہے۔ چاہیے کہ انہیں سوچنے اور فکر کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ اور پھر بزرگوں کی صائب رائے ان کے خیالات کو صیقل کرتی رہے جس سے یہ دماغ جو اب موم کی طرح ہے ایک مناسب سانچے

میں ڈھل جائے۔ امتدادِ زمانہ کے ساتھ جب بچے کی جوانی کا زمانہ آتا ہے۔ یہی موم سخت ہو کر پولاد بن جاتا ہے۔ پھر نہ موڑے مڑتا ہے اور نہ ہتھوڑوں سے اپنی شکل بدلتا ہے

پھر کہتے ہیں کہ عورت کی تدبیر مرد کی تدبیر سے مختلف ہے۔ چونکہ مرد کے فرائضِ زندگی مختلف ہیں۔ مرد اگر روزی کمانے کا ذمہ دار، محنت مشقت کا عادی ہے۔ تو عورت کے سپرد امورِ خانہ داری کا انتظام، بچوں کی نگہداشت و تربیت ہے۔ ایک کا کام دوسرے کے سپرد نہیں کیا جاسکتا۔ تو اس لحاظ سے عورت کی تدبیر زیادہ تر گھر کے کاروبار کے متعلق ہونی چاہیئے۔ یعنی وہ اپنے حلقۂ عمل پر حادی ہو اس کے لئے بہترین ہتھیار سوئی اور چرخہ ہیں۔

سینا پرونا اُس دور میں جب حضرتِ امیر خسرو حیات تھے گھر کی بیبیوں کے لئے سوئی اور چرخہ کا ہنر سیکھنا۔ ان کی خوبیوں میں شامل تھا۔ آج بھی اصول وہی ہے۔ اس سے غرض سینا پرونا ہے۔

بچوں کی تربیت سے غرض صرف یہ نہیں ہوتی کہ انہیں کچھ لکھنا پڑھنا آجائے بلکہ یہ کہ ان میں عاداتِ محمودہ پیدا ہوں۔ جن میں سے لکھنا پڑھنا ایک ہے۔ غرض یہ ہے۔ کہ وہ آئندہ زندگی میں کامیاب ہوں۔ الجبرا اور جیومیٹری

جو سکول کے تمام بچوں کو پڑھنے پڑتے ہیں۔ زندگیٔ مابعد میں ان کے کس کام آتے ہیں؟ مگر یہ علوم ان میں دلیل کے سوچنے، معاملات کو معین طور پر سمجھنے اور بظاہر بعید از قیاسِ عمومی علمی مسائل کو صحیح ماننے کی قوت پیدا کرتے ہیں

لڑکیوں کی تربیت میں سینا پرونا خاص طور پر شامل، ہے۔ اس سے ظاہری فائدہ تو یہ ہے۔ کہ وہ سوئی سلائی کا کام سیکھ لیتی ہیں۔ مگر باطنی فائدہ یہ ہے۔ کہ ان کی ذہنی تربیت ہو جاتی ہے۔ ان میں صبر کی عادت بڑھتی ہے قوتِ ضبط میں اضافہ ہوتا ہے۔ کفایت شعاری کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ وغیرہ۔ انہیں یہ یقین ہو جاتا ہے۔ کہ جس طرح سے ایک ایک ٹانکا لگانے سے ایک پیرہن تیار کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح سے ایک ایک پیسہ جوڑنے سے ایک گرانقدر رقم جمع ہو جاتی ہے۔ وہ بظاہر الفاظ میں اس کی تشریح نہ کر سکیں۔ مگر ان کی ذہنیت تربیت کے سبب اس طرح کی بن جاتی ہے۔ جس طرح سے ایک چھوٹے سے رومال کی کشیدہ کاری کے لئے اتنے وقت محنت اور استقلال کی ضرورت ہے۔ اسی طرح سے گھر کی سلطنت کے امور کو حسب منشاء سرانجام دینے کے لئے، اگرچہ وہ بہت چھوٹے سے دکھائی دیتے ہیں، صبر وقت محنت اور

استقلال کی ضرورت ہے۔ مگر حقیقتاً تربیت کے بعد یہ ان کے خون کا حصہ بن جاتا ہے۔ جب دماغ سوچتا ہے۔ تو اسی رنگ میں۔ الفاظ میں پڑھانے کی ضرورت نہیں رہتی عمل خود ذہن میں بٹھا دیتا ہے۔

اسی سبب سے عورت کی نظر گھر کے تمام چھوٹے چھوٹے کاموں پر رہتی ہے۔ اور اسی بناء پر وہ تفصیلات کے سرانجام دینے میں کامیاب ہوتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ مردوں میں اس طرح کے صبر کی قوت کم ہوتی ہے۔ مثلاً ایک الجھا ہوا دھاگا سلجھانا ہو یا ڈورے کی کئی گرہیں کھولنی ہوں تو اکثر مرد کا دماغ یہ کہے گا کہ اس کو چاقو سے کاٹ دو۔ عورت اس کے برخلاف یہ پسند کرے گی کہ دھاگے کو نہ کاٹا جائے بلکہ گرہیں کھولی جائیں۔ اگر آپ کبھی اس کے مطابق نہ پائیں تو بلاشبہ عورت میں، اسی تربیت کی کمی کا اثر ہے۔ جو بچپن میں اسے حاصل نہ ہو سکی۔

آج ہماری بچیوں کا سینا پرونا اس شکل میں نہیں جو آج سے چھ سو سال پہلے تھا۔ زمانے کی ضروریات بدلی ہوئی ہیں۔ چرخہ غالباً سماج سے نکل چکا ہے۔ وہ پرانی روش کی سلائی بھی مفقود ہے۔ اب تو سینے کی کل ہے۔ اور وہ پرانی سلاریوں کی بجائے اب کشیدہ کاری، سوئی سلائی کا

کام اور سو اسی طرح کی باتیں موجود ہیں۔

ہمیں جدید روش اختیار کرنی چاہیئے۔ مگر اس تربیت کی آج بھی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی چھ سو سال پہلے تھی۔ غرض یہ کہ ایک تو مفید مطلب ہنر ہاتھ آئے۔ اور پھر بچیوں میں عاداتِ محمودہ پیدا ہوں۔

بعض گھرانوں میں شاید اس سینے پرونے کی مشق کو بالکل بیکار سمجھا جائے۔ چونکہ ان کے خیال میں بچیوں کو بڑے ہو کر اس کی کبھی بھی ضرورت نہ ہو گی۔ یہ کام کرنے کے لئے نوکر چاکر موجود ہوں گے۔ اس حالت میں تفصیلات پر غور کرنے کی عادت پیدا کرنے کے لئے بچیوں کی تربیت ایسے کاموں میں ہونی چاہیئے جو اس گھر میں کئے جاتے ہوں۔ مثلاً نوکروں کی دیکھ بھال، حساب کتاب کی پڑتال۔ گھر کے سامانِ آرائش پر ذاتی توجہ وغیرہ۔

ستر عورت کے لئے ستر ضروریات زندگی میں سے ہے۔ وہ مرد کی طرح سے محافظت کے بغیر اور بے حجابانہ نہیں پھر سکتی اب رہا یہ سوال کہ ستر کس طرح کا ہونا چاہیئے۔ تو اس کے متعلق خیالات عہد بہ عہد بدلتے رہتے ہیں اور پھر ہر آدمی پردہ کے متعلق اپنا معیار الگ بنا لیتا ہے۔ بعض تو یہ ضروری خیال کرتے ہیں کہ عورت کی آواز بھی کسی غیر مرد کو سنائی نہ دے

اس کے برخلاف دوسری انتہا کو پسند کرنے والے لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ پردہ صرف عورت کے دل کا ہوتا ہے باہر پھرنے لوگوں سے ملنے کے لئے عورت کو خدا نے آزاد پیدا کیا ہے۔ ہاں مگر ان سب باتوں کی آخری انتہا شرع کے مطابق ہونی چاہیئے۔ یعنی اس معیار سے نہیں گرنا چاہیئے جو کسی کے مذہب نے اس کے لئے مقرر کی ہو۔ یہ ہماری انتہائے اقل ہے۔ باقی باتوں کو ہم اپنی ضرورت کے مطابق ڈھال کر نئی روشنی کے مطابق لا سکتے ہیں۔ مگر اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔

دنیا کے بعض طبقوں کی عورتیں ہیں جو بے پردہ گھر سے باہر پھرتی ہیں۔ ان کے لئے بھی ایک طرح کے ستر اور نسوانی حیا کی ضرورت ہے۔ غرض یہ کہ طبقہ ذکور و اناث کو آزادانہ تعلق میں آنے کی اجازت نہ دی جائے اور انہیں یہ موقعہ نہ ملے کہ اگر محرم نہ ہوں تو خلوت حاصل ہو سکے۔

ستر صرف یہ نہیں کہ عورت جس وقت بھی گھر سے باہر نکلے۔ سات پردوں میں ملفوف ہو۔ بلکہ ان عورتوں کو بھی ستر کی ضرورت ہے۔ جو نقاب اور حجاب کے بغیر باہر پھرتی ہیں۔ بدن کا کوئی ایسا حصہ عریاں نہ ہو جس سے عورت کی زینت کا اظہار ہوتا ہو۔ نگاہیں نیچی ہوں۔ آنکھوں میں حیا ہو۔ دل میں

شرم ہو۔ دل کا ستر۔ آنکھوں کا ستر اور ظاہری ستر۔ گویا عورت کو ہر وقت یہ خیال رہے کہ اپنی نسائیت کے جوہر کا تحفظ میرا فرض ہے۔

امیر خسرو کی نصیحت عورت کے ستر کے متعلق آج بھی اتنی ہی مفید ہے جتنی کہ اس زمانے میں تھی۔ کہتے ہیں تیرے لئے بہترین یہی ہے کہ تو دروازے کی طرف پشت اور دیوار کی طرف منہ کرے۔ یعنی شرم و حیا سے کام لے اور بیہودہ اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ پھر اس کی تشریح کی ہے کہ تو دروازے کی طرف نہ دیکھ اور اگر خضر کا سا پارسا بھی آئے تو بھی دروازہ نہ کھول۔

رو بہ دیوار و پشت بر در کن سے غرض یہ نہیں کہ جس طرح سے قدیم زمانے کے استاد بچوں کو کسی قصور پہ کونے میں دیوار کی طرف منہ کرکے کھڑا کر دیا کرتے تھے۔ اسی طرح سے تو بھی کھڑی رہ بلکہ شرم و حیا سے کام لے

عورت کو گھر سے باہر کوچہ گردی کی خاطر نہیں جانا چاہیئے اس کے لئے گھر کے اندر رہنا بہتر ہے۔ اسے روزن اور جھروکے میں سے باہر نہیں جھانکنا چاہیئے۔ بلکہ گھر کے اندر حیا سے بیٹھنا چاہیئے۔ دروازے میں سے باہر دیکھنے اور روزن میں سے جھانکنے میں خرابیاں نکلتی ہیں۔ عورت کو چاہیئے کہ وہ اپنے

حسن و زینت کا بے جا اشتہار نہ دے۔ اوروں کو اپنی طرف متوجہ نہ کرے۔ شرم و حیا سے کام لے۔ بغیر ضرورت کے گھر سے باہر نہ جائے۔ گھر میں جب ہو تو دروازے کی طرف نہ جھانکے۔ روزن اور جھروکوں میں سے باہر نہ دیکھے یہی اسکا پردہ ہے

عزت و وقار اپنی عزت و احترام کو قائم رکھنا ہی سماج میں ہمارے احترام کا باعث ہے۔ اور کون ہے جو نہیں چاہتا کہ میرا احترام و وقار قائم رہے۔ انسان اپنا وقار اس وقت کھوتا ہے۔ جب دوسرے کے سامنے دستِ سوال دراز کرے سوال یہی زر کا ہو سکتا ہے۔ تو حضرتِ امیر فرماتے ہیں۔ کہ گوہر سے انسان کا وقار زیادہ قدر و قیمت رکھتا ہے۔ اپنی عزت کو زر کے عوض میں مت بیچو۔ تیرا خزانہ یہی عزت ہے۔ سچ یہ ہے کہ لوگوں کی نظروں میں جب انسان گر گیا۔ تو اس کا زر کس کام کا۔

اگر انسان اس روزی پر قانع رہے جو قادرِ مطلق نے اسے دی ہے تو وہ کبھی نفس کی ان مصیبتوں مین گرفتار نہ ہو ہاں کسبِ حلال کے لئے کوشش کرنا اس کا فرض ہے۔ کشائشِ رزق کے لیئے دعا مانگے اور جائز جد و جہد کرے کہ اس کی روزی میں اضافہ ہو جائے۔

عورت کے لئے یہی زر کی خواہش گمراہ کن ثابت ہوتی ہے

اور وہ اپنی حرمت نفس کو کھو کر عصمت سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ اگر انسان بے ہودہ خواہش زر سے بے نیاز ہو کر قناعت کے دامن میں پناہ لے۔ تو اس کا اخلاق اور چلن کبھی نہیں بگڑ سکتا۔ کسی شخص کی شرافت کا معیار اسکا مال و دولت نہیں بلکہ اس کا اخلاق، علم، وقار اور اس کی تمدنی حالت ہے۔

حفاظتِ نفس عورت مرد دونوں کے لئے نفس کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے۔ وہ خودغرضی اور دماغی کیفیت جو انہیں بُرائی کی طرف لے جاتی ہے اس سے بچنا چاہیئے۔ عورت کے لئے یہ عادت بہت ضروری بھی ہے اور بہت مستحسن بھی

بیہودہ راگ رنگ انسان کی طبیعت فطرتاً گناہ کی طرف راغب ہے۔ جہاں موقع ملتا ہے۔ وہیں جُھک جاتی ہے۔ نیکی اور ثواب کے راستے زیادہ محنت طلب اور دقت آمیز ہیں۔ گناہ تفریح کی تخل کا چھتہ اور عیش و نشاط کی ندیوں کا ناسور ہے۔ عورت تو جذبات لطیف کی ملکہ ہے۔ اس کی فطرت اسے راگ رنگ کی طرف زیادہ مائل کرتی ہے۔

لیکن حضرت امیر فرماتے ہیں کہ دیکھ میری بیٹی نصیحت اگرچہ تلخ ہے۔ تو اس کی طرف توجہ کرنا۔ مگر فاحشہ اور بد اخلاق عورتوں کے راگ رنگ پہ کان نہ لگانا۔ اس قماش کی عورتوں کی زندگی بظاہر بہت پُر لطف اور ہنگامہ خیز معلوم دیتی ہے مگر پس پردہ ان سے زیادہ بدبخت دنیا میں کوئی نہیں ہوتا۔ اور انجام تو ایسا کہ خدا کسی کو نصیب نہ کرے یہ ڈفلی خنجری اور عیش و نشاط کی محفلیں تباہی کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہیں شریف عورتوں کو ایسی عورتوں کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہیئے

جو کسبی ہوں یا جن کے خیالات عیش و نشاط کی طرف میلان رکھتے ہوں۔ صحبت کا اثر جلد ہوتا ہے۔ اور پتہ نہیں اگر یہ بیج ایک دفعہ دل میں بو دیا جائے تو کب موقعہ پاکر وہ بڑھنا شروع کر دے۔ ایسی عورتوں کو گھر میں گھسنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ عورتیں نہیں مردوں سے بدتر ہیں۔ اگر شریف مردوں سے پردہ کرنا شریف عورتوں پر واجب ہے تو بدکار عورتوں سے پردہ کرنا شریف عورتوں پر ہزار دفعہ واجب ہے ان کا پھیلایا ہوا زہر جو الفاظ کے ساتھ دہن سے نکلتا ہے۔ سننے والے کے خون میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور خیالات فاسد ہو جاتے ہیں۔

فاحشہ عورتوں کی ظاہری شان و شوکت، بھڑک اور مصنوعی روغن دیکھ کر اکثر عورتوں کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اور وہ یہ سمجھتی ہیں کہ شاید یہ کوئی سرور انگیز کام ہے مگر حضرتِ امیر کہتے ہیں کہ دیکھنا ہرگز ایسا نہ کرنا۔ اس سے زیادہ تکلیف دہ اور پُر آزار کام دنیا میں نہ ہوگا۔ ان کے بیہودہ راگ رنگ پر فریفتہ مت ہونا۔ ان کے افعالِ شنیعہ میں حصہ نہ لینا۔ اور نہ ہی ان کی طرح کی حرکات کرنا۔ ابتداء تو ہر کام کی چھوٹی ہوتی ہے۔ مگر ہوتے ہوتے آدمی کہیں سے کہیں نکل جاتا ہے۔ اور تباہی کی نوبت آتی ہے۔ اس لئے تم

ادھر کے راستے پر قدم ہی نہ رکھنا۔

شوہر پرستی

دنیا کی عورتیں شوہر کی خدمت گذاری اور وفاداری کے لئے مشہور ہیں تو ہندوستان کی عورتیں شوہر پرستی کے لئے۔ وہ خاوند کو اپنا رفیق ساتھی یا راہنما نہیں سمجھتیں بلکہ سرتاج، مالک اور آقا۔ عورت اپنی ذات خاوند کی ذات میں گم کر دیتی ہے۔ مرد کی خوشی اس کی خوشی ہے۔ اور مرد کا غم اس کا غم۔ سچ پوچھو تو جوڑے میں انس و محبت بھی اسی حالت میں قائم رہ سکتی ہے۔ کہ دونوں یک جان و دو قالب ہوں۔ عورت چونکہ محتاج اور زیردست ہے۔ اس لئے شوہر کا ایک جزو بن جاتی ہے۔

ہندوستان کی رسم ستی بھی اسی خیال پر مبنی تھی۔ کہ شوہر کی وفات کے بعد عورت اپنی زندگی کو بیکار سمجھتی۔ اور اس شمع پر پروانہ کی طرح جل کر خاک ہو جانا اپنی حیات کا مقصد جانتی تھی۔ انگریزوں نے اس رسم کو بند کر دیا مگر اب بھی کبھی نہ کبھی ایسا واقعہ ہوتا رہتا ہے۔

اسی خیال کو پیش نظر رکھ کر ایک ایرانی شاعر نے کہا ہے ؎

در محبت چوں زنِ ہندی کسے مردانہ نیست
محبت میں ہندوستانی عورت کا سا کوئی بھی بہادر نہیں
سوختن بر شمعِ مُردہ کارِ ہر پروانہ نیست
بجھی ہوئی شمع پر جل مرنا، ہر پروانے کا کام نہیں۔

شوہر فوت ہو گیا۔ عورت یعنی عشق و محبت کے پروانے کے لئے ایک شمع تھی جو بجھ گئی۔ شوہر شمع ہوئی جو بجھ چکی ہے۔ شمعِ مردہ ہے۔ اس کا پروانہ یعنی اس کی بیوی اس شمعِ مردہ پر جل جاتی ہے۔ ستی ہو جاتی ہے۔ جلتی ہوئی شمع پر جل مرنا تو قرینِ قیاس، مگر ہندوستانی عورت کی محبت میں بہادری یکتا ہے۔ کہ وہ بجھی ہوئی شمع پر اپنی زندگی قربان کر دیتی ہے۔ دنیا ہندوستانی عورت کی شوہر پرستی کو ان الفاظ میں یاد کرتی ہے۔

جو کسی بی بی یہ خیال کرتی ہے کہ وہ اپنے خاوند کی رائے کے خلاف کام کرنے کے باوجود دنیا میں خوشی کی زندگی گذارے گی۔ وہ ہوا سے ہوس کے قلعے اور ریت سے دامِ فریب تیار کر رہی ہے۔ ایک نہ ایک دن پردہ اُٹھ جائے گا اگر کچھ کرنا ہے تو مرد کی رائے کو پہلے اس طرح سے بدلو کہ تمہاری خواہشات، تمہاری رائے نہیں بلکہ مرد کی رائے سمجھی جائے۔

گھر کا قانونی طور پر ذمہ وار اور محافظ مرد ہے۔ وہی اپنی ذمہ واریوں کو بہتر سمجھتا ہے۔ مرد کا کام اسی کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ اگر بی بی بھی اس کام میں دخل دینا شروع کر دے اور چاہے کہ گھر کے کام خاوند کے نہیں بلکہ اس کی منشاء کے مطابق ہوں۔ تو ایک فوج کے دو سپہ سالار بن گئے یا ایک کشتی کے دو ملاح۔ ظاہر ہے کہ نہ یہ فوج کامیاب

ہو سکتی ہے۔ نہ یہ بیڑا پار ہو سکتا ہے۔ عورت ہمیشہ اپنے آپ کو مرد کا مشیر کار سمجھے تو بہتر ہے۔ مرد بادشاہ عورت وزیر۔ اگر بادشاہ بے وقوف ہے تو اس سے بہتر سوچے اور کام کو مرتب کرنے کی کوشش کرے۔ مگر رہے وزیر ہی بادشاہ بننے کی کوشش نہ کرے۔

اپنے خاوند کے سوا عورت کو کبھی خلوت میں نہ تو کسی سے ملنا چاہیئے اور نہ ہی راز و نیاز کی باتیں کسی سے کرنی چاہئیں بی بی کو خاوند کے سوا سب سے الگ رہنا چاہیئے۔

مرد بیوی کے اخراجات کا کفیل ہے۔ اس کی اس کے بچوں کی حفاظت کرتا ہے۔ ان کو آرام دیتا ہے۔ اور کسقدر حیا سوز احسان کشی ہے کہ عورت اسی مرد سے بیوفائی کرے۔ اور بحیثیت عورت ہونے کے جو فرائض اس پر عائد ہوتے ہیں ان کو پورا نہ کرے۔ خاوند کی نعمتیں صرف اسی وقت حلال ہیں جب وہ وفا سے کام لے۔

امانت داری

گھر میں اگر مرد بادشاہ ہے تو عورت وزیر خاوند جو کچھ ہو مصیبتوں کے بعد پیدا کر کے لاتا ہے۔ وہ بیوی کے سپرد کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس کو جائز مصارف میں خرچ کرے اور نگاہ رکھے۔ تو بی بی اس خزانے کی امین ہے۔ جس کا شوہر صاحب ہے۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ جو امین

امانت میں خیانت کرتا ہے۔ وہ چور کہلانے کا مستحق ہے۔ نہ کہ امین۔

اگر بی بی امانت میں سے کچھ نکال لیا کرے تو اُسے لامحالہ جھوٹ بھی بولنا پڑے گا۔ چونکہ جب پوچھا جائے گا۔ تو کچھ اِدھر اُدھر سے جوڑ کر خانہ پُری کرنی پڑے گی۔ اگر یہی حالت رہے تو ظاہر ہے کہ چند روز میں اعتبار اُٹھ جائیگا اور بی بی سے یہ امانت کی خدمت گذاری چھین لی جائے گی مگر یہ اس کا فرض ہے بلکہ اس کے لئے باعثِ فخر ہے۔ اب وہ اس تفاخر سے محروم ہو گئی۔ تو حضرتِ امیر کہتے ہیں۔ کہ بی بی کے لئے راست گوئی اور راست کاری دونوں کا ہونا ضروری ہے۔

امانت میں خیانت کرنے سے غرض صرف یہ ہو سکتی ہے کہ کچھ رقم اور مل جائے۔ آخر وہ دل و دماغ جو تمہاری اتنی ضرورتوں پر اس وقت نگاہ رکھتا ہے اور ان کو پورا کرتا ہے۔ آئندہ بھی کرتا رہے گا۔ اگر صورتِ حالات یوں نہ رہے تو جو کچھ موجود ہو وہ بھی چھینا جا سکتا ہے۔ اللہ کریم۔ رازق تو قادرِ مطلق ہے۔ بیوی کا نصب العین آرام اتفاق اور محبت سے زندگی بسر کرنا ہے۔ نہ کہ خاوند کو واسطہ بنا کر جلب زر۔ اگر وہ اس نقطہ نگاہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ تو

اسے صرف ایک ذریعہ دین و دنیا کی ہر طرح کی نعمتیں میسّر ہوتی رہتی ہیں۔

بیوی کا نصب العین خاوند کو حاصل کرنا ہے۔ اگر وہ خاوند کے ذریعہ روپیہ حاصل کرنا یا روپیہ جمع کرنا شروع کر دے۔ تو خاوند واسطہ بن گیا اور روپیہ نصب العین۔ یہ اصول کے خلاف بات ہے۔ اس لئے بیوی کو ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ خاوند اس کا ہو کر رہے۔

کفایت شعاری

گھر کا انتظام اور خانگی کاروبار کا انصرام عورتوں کے سپرد ہوتا ہے یہ ہے بھی سچ کہ وہ مردوں کی نسبت اس کے زیادہ قابل ہوتی ہیں۔ چونکہ فطرتاً عورت سگھڑ، ذرہ ذرہ جمع کرنے والی، تفصیلات پر نگاہ رکھنے والی اور کفایت شعار ہوتی ہے۔

بعض عورتیں فطرت سے جنگ کرتی ہیں۔ اور اِن کی عادات طبقۂ نسواں کی عادات یعنی خدا کی پیدا کردہ خصوصیات کے خلاف پائی جاتی ہیں۔ مرد فراخ دل اور اس لئے زیادہ فضول خرچ ہے۔ عورت ان معاملات میں سوچ سمجھ کر کام لیتی ہے۔ عورت اپنے۔ اپنے گھر کے۔ اپنے خاوند کے اخراجات پر نگاہ رکھتی ہے۔ اور ان کو کم کرنے کی کوشش کرتی ہے حضرت امیر کی غرض یہ ہے۔ کہ اگر عورت یوں نہیں کرتی تو وہ

صحیح معنوں میں بی بی کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔ نہ اس کی زمانہ قدر کرے گا نہ خاوند۔

مرد تو فطرتاً زیادہ خرچ کرنے کا عادی ہے۔ اگر عورت اس سے زیادہ خرچ کرے تو گھر تباہی اور بربادی کا کارزار نظر آئیگا۔ یہ ناؤ اگر آج نہیں تو کل ڈوبے گی۔ تو یہ فرض عورت پر عائد ہوتا ہے۔ کہ گھر کے اخراجات میں کفایت شعاری سے کام لے اور مرد کے اسراف کو کم کرے۔

مرد اگر بے جا خرچ کرتا ہے اور آمدنی خرچ کی متحمل نہیں ہوتی تو عورت پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ بحیثیت وزیر ہونے کے مرد کو مشورہ دے۔ بلکہ ایسے ذرائع اختیار کرے جس سے خرچ کم ہو جائے۔

سخاوت اس کے ساتھ معاً یہ خیال ہوتا ہے کہ کفایت شعاری سے کہیں غرض کنجوسی نہ سمجھ لی جائے۔ جس سے آدمی جہاں میں سفلہ اور کم ظرف مشہور ہو جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ انسان اگر کم از کم لاکھ روپے کی اسامی ہو تو ہی اس کے لئے سخاوت اور مہمان نوازی ضروری ہے۔ نہیں جو کچھ بھی خدا تعالےٰ نے دیا ہے۔ اس میں سے حسب تناسب ہر ایک کو حصہ نکالنا چاہیئے اسی میں سے حسب استطاعت سخاوت بھی ہونی چاہیئے۔ اس لئے سخاوت کا ذکر بھی کفایت شعاری کے ساتھ ہی کر دیا ہے۔

عورت کو چاہیئے کہ وہ کم خرچ کرے اور اپنی تدبیر سے روپیہ بچانے کی کوشش کرے۔ مگر اس کے ساتھ ہی سخی اور مہمان نواز بھی ہو۔

بیجا زیب و زینت یہ عورت کی فطرت ہے کہ وہ بناؤ سنگار کی بہت دلدادہ ہے۔ اولاً یہ کہ جوان عورت، وہ کتنی ہی بدصورت کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ اپنے آپ کو خوب صورت سمجھتی ہے۔ یہ مغالطہ اسے ہونا بھی چاہیئے چونکہ مرد کی توجہ کا مرکز ہے۔ ثانیاً وہ زیب و زینت پر فریفتہ ہے۔ چونکہ اپنی خوبصورتی میں اضافہ کرنا چاہتی ہے۔ اگر موقعہ ہو سکے تو وہ زیادہ سے زیادہ وقت اس میں دینا چاہتی ہے حضرتِ امیر نے اس نکتہ کو خوب پہچانا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ وقت کو بیکار نہیں کھونا چاہیئے۔ بلکہ باکار صرف کرنا چاہیئے

کام وہ ہے جس سے دنیا اور عاقبت دونوں سنور جائیں
ـــ کام وہ اچھا ہے جس کا کہ مآل اچھا ہے (غالب)

وہ فعل ننگ و عار ہے۔ جس کا اختتام ذلت و رسوائی پر ہو۔ بہت زیادہ فضول قیمتی کپڑے پہننے سے کیا نکلتا ہے۔ ایک تضیع زر کا باعث دوسرے تکبرِ نفس کا سبب۔ اگر سیم پاشی کی اور مال و دولت کو بے جا خرچ کیا۔ تو آخر فضول خرچی کے سبب بدنامی ہوگی اور زر کی کمی کے باعث انسان زمانے میں رسوا ہو جائیگا

جب عورت کا لباس فوق البھڑک اور فوق العادہ جاذبِ توجہ ہو گا۔ تو ہر ایک کی نگاہیں ازخود اس پر پڑیں گی پیکرآرائی اور بہت سی رسوائیوں کا باعث ہو گی۔ جن سے اس علت کے بغیر بچنا ممکن تھا۔

حضرتِ امیر نے ان دونوں قباحتوں کی تشریح کی ہے سیم پاشی کے عیوب فضول خرچی کے سبب اور پیکرآرائی کے عیوب رسوائی کے تحت ہیں۔ پیکرآرائی صرف قیمتی لباس پر ہی ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اور بھی کئی باتیں اس میں شامل ہیں۔ منہ پر غازہ اور سفیدہ لگانا سولہ سنگار کرنا۔ زیورات پہننا۔ یہ تقیبع اوقات بھی ہے۔ اِسوقت کو آدمی کسی اور بہتر کام میں صرف کرسکتا ہے۔

اگر اب ہم نے زمانے کی ضرورتوں سے مجبور ہو کر یہ فیصلہ تو کر دیا۔ کہ بیباں شرعی پردہ میں گھر سے باہر جا سکتی ہیں۔ اوران کے لئے اس کشمکشِ حیات میں مردوں کا ہاتھ بٹانا ضروری ہے۔ اگرچہ یہ ہماری خواہشات کے خلاف ہو مگر صنفِ نازک کا دستِ اعانت اسی صورت میں مفید ہو سکتا ہے۔ جب وہ ان عیوب سے گریز کریں۔ جو گھر کے باہر جانے سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ عورت بے جان چیز نہیں وہ صاحبِ ضمیر ہوشمند انسان ہے۔

اور کسی بات کے کرنے یا نہ کرنے سے انکار کرسکتی ہے ۔ ہاں صرف یہ کہ اس کی تربیت ایسی ہو اور اس میں ہمت موجود ہو کہ وہ اپنے ارادوں میں مستحکم رہے ۔

سادگی اور صفائی سب سے بہتر ہے ۔ ظاہر میں لباس صاف ، اندر سے دل صاف ۔ جب لباس ہزار رنگ کا ہوگا ۔ تو دل میں ولولے بھی کروڑ طرح کے پیدا ہوں گے ۔ جب ایک عورت بن ٹھن کر گھر سے نکلے گی ۔ تو خواہ مخواہ بھی لوگ دیکھیں گے ۔ ممکن ہے یہ معاملات خرابی کا سبب ہوں اس لئے لباس کی سادگی لازمی ہے ۔

امیر خسرو کہتے ہیں کہ بناؤ سنگار کبھی اس خیال سے نہیں کرنا چاہیئے ۔ کہ عورت اس کے ذریعہ اپنی عصمت کو رسوا کرے ۔ اور مخرب الاخلاق کاموں میں حصہ لے ۔ یہ ظاہری شوکت اس حالت میں لعنت ہے ۔ اگر تمہیں وقت ملتا ہے تو اسے عبادت میں صرف کرو ۔ ہرزہ سرائی بیہودہ گوئی ۔ چغلخوری ۔ نکتہ چینی اور بناؤ سنگار میں وقت صرف کرنے کی نسبت خدا کی عبادت بدرجہا بہتر ہے ۔

زینت کی اجازت

حضرت امیر فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں فتنہ و فساد ہیں ۔ ان سے سو عیوب پیدا ہوتے ہیں ۔ مگر ایک حالت میں جائز ہیں جب

که خاوند خود اس بات کا خواہشمند ہو۔ اور اس کی رضا اسی بات میں ہو۔ یعنی اس کی خوشی کو خوشی سمجھنا عورت کا فرض ہے۔ اب خاوند کی مرضی یہی ہو۔ تو بی بی کے لئے بناؤ سنگار کرنا اور عمدہ لباس پہننا ضروری ہے اس زینت کی غرض صرف یہ ہے کہ اپنے میاں کی خوشی کو پورا کرے نہ کہ اسے فتنہ و فساد کی جڑ بنالے۔ اس بناؤ سنگار سے غرض گھر کی بنیادوں کو زیادہ مستحکم بنانا ہے۔ فتنہ و فساد نہیں۔ اس لئے یہ جائز ہے۔ اسی نیت کو پیشِ نظر رکھ کر اپنی آرائش کرنی چاہیئے۔

خدا کا خوف بعض عورتیں کبھی غلطی سے یہ سمجھ لیتی ہیں کہ چونکہ ہمارے خاوند کا چال چلن خراب ہے اس لئے ہمیں بھی حق پہنچتا ہے کہ اپنے اخلاق کو ہاتھ سے کھو دیں۔ حضرت امیر فرماتے ہیں کہ یہ غلط نظریہ ہے۔ ہر حال میں ہمارا خدا نگران ہے۔ ہر ایک کے اعمال اس کے ساتھ ہیں۔ اگر ایک شخص جو آپ سے وابستہ ہے خراب ہو جائے تو کیا ضرور ہے کہ آپ بھی اس کی مثال کو پیشِ نظر رکھیں۔ اسکی خرابی کا بار اس کی گردن پر پڑے گا۔ مگر اپنے اخلاق کے لئے آپ خود دنیا و آخرت میں ذمہ دار ہیں۔ گویا اگر مرد کا اخلاق خراب ہو تو اس حُجّت پر عورت کو بد اخلاقی

کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے۔

عفت کو قائم رکھنا اور مخرب الاخلاق باتوں سے بچنا مرد عورت دونوں کے لئے ضروری ہے۔

اگر اتفاقاتِ زمانہ سے مرد نیک اصولوں پر کاربند نہیں رہا۔ تو اس سے یہ مطلب نہیں کہ عورت بھی ان کو چھوڑ دے نقل کرنا اور مثال پکڑنا تو لغو اور بے معنی خیال ہے۔ عورت کو عصمت کی زیادہ ضرورت ہے۔ چونکہ اس کا زیور یہی ہے پھر اسے اپنے بھائی بہنوں اور اپنے خاندان کی لاج رکھنی چاہیئے۔

اگر مرد اس قابل نہیں کہ اس کو راہنما بنایا جائے تو عورت کو زہد و اتقا اپنا راہنما بنانا چاہیئے۔ اور عبادت میں وقت گذارنا چاہیئے۔ بُرے کاموں سے گریز اس لئے نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ دُنیا بُرا کہے گی بلکہ اس لئے کہ یہی سب سے اچھا راستہ ہے۔ اور ہمیں بُرے کاموں سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ خدا ہر وقت ہمیں دیکھتا رہتا ہے۔ اس کی نظروں سے ہم نہیں بچ سکتے۔

حضرتِ امیر آخر میں کہتے ہیں کہ میں نے جس کام میں تیری بھلائی دیکھی تجھے کہدیا۔ کہنا میرا کام تھا اب اس پر عمل کرنا تیرا فرض ہے۔ نصیحت اس لئے نہیں ہوتی کہ اس کو سُن کر واہ وا کہہ کر آدمی خاموش ہو جائے یا فراموش کر دے۔

بلکہ اس لئے کہ اس پر عمل پیرا ہو۔ اس کو اپنا روزمرّہ کا دستور العمل بنالے۔ اور دنیا میں کامیاب ہو۔ غرض یہ ہے۔ کہ عورت کے لئے کامیاب زندگی بسر کرنے کا یہ راستہ ہے۔ اور اے بیٹی تجھے چاہیئے کہ تو ان نصیحتوں پر عمل کرے۔

والدین کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت اس اس طریقے سے کریں کہ مذموم خیالات ان کے دل میں جگہ نہ پکڑیں۔ اچھی عادات، محمودہ خصائل ان میں پیدا ہوں۔ عبادت، پرہیزگاری اور تدبیر کی طرف بچوں کی توجہ دلائیں۔ والدین بچوں کے بہترین استاد ہیں بچے کا زیادہ وقت ان کی صحبت میں گذرتا ہے۔ اور وہ بغیر کہے ان کی عادتوں کو اخذ کرتا رہتا ہے۔ گویا انہیں کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ کچھ خون کا اثر اور پھر صحبت میں رہنے کے سبب تربیت کا سبب۔ اگر والدین اچھے ہوں تو اولاد بھی نیک ہوگی۔ اگر والدین میں کھلے عیوب ہوں تو اولاد بھی ان ذمائم سے گریز نہیں کرے گی۔

اس لئے تمام والدین کو چاہیئے کہ وہ اخلاقی محاسن اور نیک عادات پیدا کریں۔ تاکہ ان کی اولاد نیک ہو۔ حضرت امیر خسرو کی زبانی یہ تو ہم نے بتا دیا ہے۔ کہ عورتوں کے لئے

نیکی کا راستہ کونسا ہے اور بدی کا کونسا۔ اگر بفرضِ محال
والدین میں سے کسی کا رجحانِ طبیعت برائی کی طرف ہو تو
انہیں اس طرح سے انتظام کرنا چاہیئے۔ کہ بچوں پر اس کا
اظہار قطعاً نہ ہو۔ اور ان کے کانوں تک اس کی خبر نہ پہنچے۔
بچے خود تو نااہل ہوتے ہیں۔ انہیں کیا خبر ہماری بھلائی
کس بات میں ہے اور برائی کس بات میں۔ اس لیئے انہیں
کامل آزادی نہیں دینی چاہیئے۔ بلکہ ان کی آزادی کا دائرہ
محدود ہونا چاہیئے۔ انہیں مجبور کرنا چاہیئے کہ وہ نیک کاموں
کی طرف توجہ کریں۔ یعنی انہیں اس طریقے سے رکھنا چاہیئے
کہ ازخود ان میں عبادت، پرہیزگاری، تدبیر کے جوہر پیدا ہوں
مثلاً بچپن میں جب بچے والدین کے بہت زیادہ دست نگر
توجہ کے محتاج اور مجبور ہوتے ہیں انہیں زہد و اتقا سے
بہرہ ور کرنا چاہیئے۔ اور چند مفید باتیں جو مذہب، اخلاق
جرأت، ہمت کے متعلق ہیں۔ ان کے ذہن نشین کر دینی چاہئیں
اس کے لیئے مذہبی کتابیں، مذہبی قصے کہانیاں یا اخلاقی کہانیاں
دینی مسائل کی کتابیں اور بزرگوں کی صحبت بہت مفید ہے
جوان ہونے کے بعد اگر بچوں میں یہ خوبیاں بدرجۂ اتم پیدا نہ
بھی ہوں تو والدین نے تو اپنا فرض پورا کر دیا۔ مگر اغلب یہ
ہے کہ وہ خوبیاں کچھ نہ کچھ باقی رہیں گی۔

حضرتِ امیر کی نصیحت آپ نے سُن لی۔ یہی عورتوں کے لئے بہترین نصیحت ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اسے اپنا دستور العمل بنائیں۔ اگر ہم ان باتوں پر عمل پیرا ہوں تو آج کتنے قبیح فعل ہیں جو نسوانی طبقہ سے مٹ جائیں۔ کتنے فاسد خیال ہیں جو عورتوں کے دلوں سے خارج ہو جائیں اور کتنی بُرائیاں ہیں جو ان کی سماج سے یک قلم مفقود ہو جائیں۔

بُرائی سے غرض صرف بُرے عمل ہی نہیں۔ بلکہ بُرے خیال بھی ہیں۔ ہم میں سے آج کثیر التعداد لوگ برائی کی طرف رغبت رکھتے ہیں۔ ان کے سینے میں بُری خواہشات کا سمندر موجیں مارتا ہے۔ مگر اس کے باہر نکلنے کا راستہ نہیں ملتا۔ یعنی ان فاسد خیالات کو عملی جامہ پہنانے کا موقعہ میسر نہیں آتا۔ یہ غلط نظریۂ حیات اور ملوث طریق کار ہے۔

نہ صرف یہ کہ شرعاً یہ گناہ ہے۔ اور غالباً عمدِ قتل قتل عمد کے برابر ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ کہ اس سے ہمارے نظام جسمانی پہ بہت برا اثر پڑتا ہے۔ صحت خراب ہو جاتی ہے دماغ پراگندہ ہو جاتا ہے۔ جب افراد پراگندہ خیالات میں مبتلا ہوئے۔ تو سماج کا رنگ از خود غلیظ ہو جائے گا۔

صحیح نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ دل میں ایسے خیالات ہی پیدا

نہ ہوں۔ ہم اپنے بچوں اور بچیوں کی تربیت ایسے اصولوں کے مطابق کریں کہ وہ صالح مرد اور صالح عورتیں بنیں۔ ان کے دل میں اس امر کا یقین ہو کہ فاسد خیالات کا دل میں پیدا کرنا گناہ ہے۔ ان کا دماغ صرف نیک اور صالح اعمال کی طرف متوجہ ہو۔ اور وہ اپنی تمام قوتیں پورے طور پر دین و دنیا کے صراط المستقیم پر صرف کر سکیں۔ یہی دنیا میں کامیاب زندگی کا راز ہے۔

فہرس

کتاب حضرت امیر خسرو دہلوی کی

بیٹی کے نام نصیحت

نمبر صفحہ ظاہر کرتے ہیں

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
امیر خسرو اور خواجہ نظام الدینؒ	۱۳	امیر خسرو مزار	۱۴
امیر خسرو تصانیف	۱۸	امیر خسرو مورخ	۱۸
امیر خسرو پیدائش	۱۲	امیر کیوں کہلاتے ہیں	۱۴
امانت داری	۳۲ ۶۶	بیٹی کے نام نصیحت کہاں سے لی گئی ہے	۲۰
امیر خسرو زبانوں میں مہارت	۱۷	بے جا زیب و زینت	۳۵ ۷۰
امیر خسرو - ستار کے موجد راگنیوں کے موجد	۱۶	بیہودہ راگ رنگ	۳۲ ۶۲
		پرہیزگاری	۲۶ ۵۰
امیر خسرو کے کمالات صاحب سیف - صوفی ماہر موسیقی وغیرہ	۱۴ ۲۱	تبدیلی زمانے کے ساتھ	۸ ۴۲
		تدبیر	۲۷ ۵۳

عنوان	صفحہ
تصانیف امیر خسرو	۱۸
حفاظتِ نفس	۳۴ ۶۲
خدا کا خوف	۳۹ ۷۳
زمانے کے ساتھ تبدیلی	۸ ۴۲
زینت کی اجازت	۳۹ ۷۲
ستر	۲۸ ۵۸
سخاوت	۳۵ ۶۹
سینا پرونا	۲۸ ۵۵
شوہر پرستی	۳۳ ۶۴
عبادت	۲۵ ۴۹
عزت و وقار	۳۱ ۶۱
عصمت	۲۵ ۴۸
کفایت شعاری	۳۴ ۶۸
مثنوی میں نصیحت کا باب	۲۰
مثنوی ہشت بہشت	۲۰
موجودہ زمانہ اور نصیحت	۴۲

عنوان	صفحہ
مورخ امیر خسرو	۱۸
نصیحت اور دور جدید	۴۲
نصیحت پر عمل	۱۰
نصیحت کا فلسفہ	۴۱ ۴۶
نصیحت کی حاجت	۵ ۴۵
نظام الدین اولیا اور امیر خسرو	۱۳
ہشت بہشت مثنوی	۲۰

اختتام

کتب خانہ